BEDD 204CCT

شمولیاتی تعلیم

Inclusive Education

برائے

بیچلر آف ایجوکیشن

(سال دوم)

ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز
مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

© مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

سلسلہ مطبوعات نمبر-26
ISBN: 978-93-80322-32-2
Second Edition: July, 2019

ناشر	:	رجسٹرار، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد
اشاعت	:	جولائی 2019
تعداد	:	1000
مطبع	:	پرنٹ ٹائم اینڈ بزنس انٹرپرائزز، حیدرآباد

Inclusive Education

Edited by:

Prof. Mohd. Moshahid
Department of Education & Training, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Directorate of Distance Education

In collaboration with:

Directorate of Translation and Publications
Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TS)
E-mail: directordtp@manuu.edu.in

فاصلاتی تعلیم کے طلبا و طالبات مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کر سکتے ہیں:

ڈائرکٹر

نظامت فاصلاتی تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

گچی باؤلی، حیدرآباد-500032

Phone No.: 1800-425-2958, website: www.manuu.ac.in

فہرست

اکائی نمبر	مضمون	مصنف	صفحہ نمبر
	پیغام	وائس چانسلر	5
	پیش لفظ	ڈائرکٹر	6
	کورس کا تعارف	ایڈیٹر	7
اکائی :1	شمولیاتی اور خصوصی تعلیم کا تعارف	ڈاکٹر نہال انصاری اسسٹنٹ پروفیسر مانو کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، آسنسول	9
اکائی :2	مخصوص ضرورتوں کے حامل بچے اور ان کا تعلیمی انضمام	ڈاکٹر محمد مشاہد اسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ تعلیم وتربیت، مانو	28
اکائی :3	سماج کے محروم و پسماندہ طبقات اور ان کی تعلیم	ڈاکٹر تلمیذ فاطمہ نقوی اسسٹنٹ پروفیسر مانو کالج آف ٹیچر ایجوکیشن، بھوپال	48

ایڈیٹر:
ڈاکٹر محمد مشاہد
اسوسی ایٹ پروفیسر
شعبۂ تعلیم وتربیت، مانو

لینگویج ایڈیٹر:
ڈاکٹر نجم السحر
اسوسی ایٹ پروفیسر و پروگرام کوآرڈینیٹر بی ایڈ (فاصلاتی طرز)
نظامت فاصلاتی تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی، حیدرآباد

پیغام

وائس چانسلر

وطنِ عزیز کی پارلیمنٹ کے جس ایکٹ کے تحت مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا ہے اُس کی بنیادی سفارش اُردو کے ذریعے اعلیٰ تعلیم کا فروغ ہے۔ یہ وہ بنیادی نکتہ ہے جو ایک طرف اِس مرکزی یونیورسٹی کو دیگر مرکزی جامعات سے منفرد بناتا ہے تو دوسری طرف ایک امتیازی وصف ہے، ایک شرف ہے جو ملک کے کسی دوسرے اِدارے کو حاصل نہیں ہے۔ اُردو کے ذریعے علوم کو فروغ دینے کا واحد مقصد ومنشا اُردو داں طبقے تک عصری علوم کو پہنچانا ہے۔ ایک طویل عرصے سے اُردو کا دامن علمی مواد سے لگ بھگ خالی ہے۔ کسی بھی کتب خانے یا کتب فروش کی الماریوں کا سرسری جائزہ بھی تصدیق کردیتا ہے کہ اُردو زبان سمٹ کر چند ''ادبی'' اصناف تک محدود رہ گئی ہے۔ یہی کیفیت رسائل واخبارات کی اکثریت میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ ہماری یہ تحریریں قاری کو کبھی عشق ومحبت کی پُر پیچ راہوں کی سیر کراتی ہیں تو کبھی جذباتیت سے پُر سیاسی مسائل میں اُلجھاتی ہیں، کبھی مسلکی اور فکری پس منظر میں مذاہب کی توضیح کرتی ہیں تو کبھی شکوہ شکایت سے ذہن کو گراں بار کرتی ہیں۔ تاہم اُردو قاری اور اُردو سماج آج کے دور کے اہم ترین علمی موضوعات چاہے وہ خود اُس کی صحت وبقا سے متعلق ہوں یا معاشی اور تجارتی نظام سے، وہ جن مشینوں اور آلات کے درمیان زندگی گزار رہا ہے اُن کی بابت ہوں یا اُس کے گردوپیش اور ماحول کے مسائل..... وہ ان سے نابلد ہے۔ عوامی سطح پر اِن اصناف کی عدم دستیابی نے علوم کے تئیں ایک عدم دلچسپی کی فضا پیدا کردی ہے جس کا مظہر اُردو طبقے میں علمی لیاقت کی کمی ہے۔ یہی وہ چیلنجز ہیں جن سے اُردو یونیورسٹی کو نبرد آزما ہونا ہے۔ نصابی مواد کی صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں ہے۔ اسکولی سطح کی اُردو کتب کی عدم دستیابی کے چرچے ہر تعلیمی سال کے شروع میں زیرِ بحث آتے ہیں۔ چونکہ اُردو یونیورسٹی میں ذریعہ تعلیم ہی اُردو ہے اور اس میں علوم کے تقریباً سبھی اہم شعبہ جات کے کورسز موجود ہیں لہٰذا اِن تمام علوم کے لیے نصابی کتابوں کی تیاری اِس یونیورسٹی کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اِسی مقصد کے تحت ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں آیا ہے اور احقر کو اِس بات کی بے حد خوشی ہے کہ اپنے قیام کے محض ایک سال کے اندر ہی یہ برگِ نو، ثمر آور ہوگیا ہے۔ اس کے ذمہ داران کی انتھک محنت اور قلم کاروں کے بھرپور تعاون کے نتیجے میں کتب کی اشاعت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کم سے کم وقت میں نصابی اور ہم نصابی کتب کی اشاعت کے بعد اِس کے ذمہ داران، اُردو عوام کے واسطے بھی علمی مواد، آسان زبان میں تحریر عام فہم کتابوں اور رسائل کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کریں گے تاکہ ہم اِس یونیورسٹی کے وجود اور اِس میں اپنی موجودگی کا حق ادا کرسکیں۔

ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

خادمِ اوّل

مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی

پیش لفظ

ہندوستان میں اُردو ذریعہ تعلیم کی خاطر خواہ ترقی نہ ہو پانے کے اسباب میں ایک اہم سبب اُردو میں نصابی کتابوں کی کمی ہے۔اس کے متعدد دیگر عوامل بھی ہیں لیکن اُردو طلبہ کو نصابی اور معاون کتب نہ ملنے کی شکایت ہمیشہ رہی ہے۔1998ء میں جب مرکزی حکومت کی طرف سے مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو اعلیٰ سطح پر کتابوں کی کمی کا احساس شدید ہوگیا۔اعلیٰ تعلیمی سطح پر صرف نصابی کتابوں کی نہیں بلکہ حوالہ جاتی اور مختلف مضامین کی بنیادی نوعیت کی کتابوں کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔فاصلاتی طریقہ تعلیم کے تحت چونکہ طلبہ کو نصابی مواد کی فراہمی ضروری ہے لہٰذا اُردو یونیورسٹی نے مختلف طریقوں سے اُردو میں مواد کا نظم کیا۔کچھ مواد یہاں بھی تیار کیا گیا مگر علمی کتابوں کی منظّم اور مستقل اشاعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا جاسکا۔

موجودہ شیخ الجامعہ ڈاکٹر محمد اسلم پرویز نے اپنی آمد کے ساتھ ہی اُردو کتابوں کی اشاعت کے تعلق سے انقلاب آفریں فیصلہ کرتے ہوئے ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز کا قیام عمل میں لایا۔اس ڈائرکٹوریٹ میں بڑے پیمانے پر نصابی اور دیگر علمی کتب کی تیاری کا کام جاری ہے۔کوشش یہ کی جارہی ہے کہ تمام کورسز کی کتابیں متعلقہ مضامین کے ماہرین سے راست طور پر اُردو میں ہی لکھوائی جائیں۔اہم اور معروف کتابوں کے تراجم کی جانب بھی پیش قدمی کی گئی ہے۔توقع ہے کہ مذکورہ ڈائرکٹوریٹ ملک میں اشاعتی سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز ثابت ہوگا اور یہاں سے کثیر تعداد میں اُردو کتابیں شائع ہوں گی۔نصابی اور علمی کتابوں کے ساتھ مختلف مضامین کی وضاحتی فرہنگ کی ضرورت بھی محسوس کی جاتی رہی ہے۔لہٰذا یونیورسٹی نے فیصلہ کیا کہ اولاً سائنسی مضامین کی فرہنگیں اس طرح تیار کی جائیں جن کی مدد سے طلبہ اور اساتذہ مضمون کی باریکیوں کو خود اپنی زبان میں سمجھ سکیں۔ڈائرکٹوریٹ کی پہلی اشاعت وضاحتی فرہنگ (حیوانیات و حشریات) کا اجرا فروری 2018ء میں عمل میں آیا۔

زیرِ نظر کتاب اُن 34 کتابوں میں سے ایک ہے جو بی ایڈ کے طلبہ کے لیے تیار کی گئی ہیں۔یہ کتابیں بنیادی طور پر فاصلاتی طریقہ تعلیم کے طلبہ کے لیے ہیں تاہم اس سے روایتی طریقہ تعلیم کے طلبہ بھی استفادہ کرسکیں گے۔اس کے علاوہ یہ کتابیں تعلیم و تدریس کے عام طلبہ، اساتذہ اور شائقین کے لیے بھی دستیاب ہیں۔

یہ اعتراف بھی ضروری ہے کہ زیرِ نظر کتاب کی تیاری میں شیخ الجامعہ کی راست سرپرستی اور نگرانی شامل ہے۔اُن کی خصوصی دلچسپی کے بغیر اس کتاب کی اشاعت ممکن نہ تھی۔نظامت فاصلاتی تعلیم اور اسکول برائے تعلیم و تربیت کے اساتذہ اور عہدیداران کا بھی عملی تعاون شاملِ حال رہا ہے جس کے لیے اُن کا شکریہ بھی واجب ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین اور ماہرین اپنے مشوروں سے نوازیں گے۔

پروفیسر محمد ظفرالدین
ڈائرکٹر، ڈائرکٹوریٹ آف ٹرانسلیشن اینڈ پبلی کیشنز

کورس کا تعارف

تعلیم انسان کی بنیادی ضرورت اور حق ہے۔کسی بھی ملک کی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے سبھی بچوں کو بنیادی اور معیاری تعلیم مہیا کرائے۔ ہندوستانی آئین کے مطابق 6 سے 14 سال تک کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنا بنیادی حق ہے۔اب کوئی بھی اسکول یا تعلیمی ادارہ مذہب، ذات،نسل،جنس اور جگہ کی بنیاد پر بچوں کو اسکول میں داخلہ لینے سے انکار نہیں کرسکتا۔اس سے یہ صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی بچہ چاہے وہ عام ہو،معذور ہو یا سماجی ومعاشی طور پر کمزور طبقہ کا ہو بغیر کسی رکاوٹ کے اسکول میں اپنا داخلہ کرا سکتا ہے۔معذوریت یا کسی اور بنیاد پر بچوں کو اسکول کے مرکزی دھارے سے باہر نہیں رکھا جاسکتا۔قومی نصابی ڈھانچہ 2005 میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ " علیحدگی نہ تو معذور بچوں کے لئے اچھا ہے نہ تو عام بچوں کے لیے"۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معذور بچوں کو بھی سماج،اسکول اور گھر میں سبھی بچوں کے ساتھ مل جل کر رہنے اور تعلیم حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔تعلیم ہی ایک ایسی طاقت ہے جس کی بدولت ہر ایک انسان اپنے لیے، اپنے گھر کے لیے،سماج اور ملک کے لیے ایک اثاثہ ثابت ہوسکتا ہے اور سماج وملک کی ترقی میں اہم رول ادا کرسکتا ہے۔

یہ کورس تین اکائیوں پر مشتمل ہے۔

پہلی اکائی میں شمولیاتی تعلیم کے معنی،تصور اور ضرورت واہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔اور ساتھ ہی ساتھ شمولیاتی تعلیم کی خصوصیات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔نیز شمولیاتی تعلیم میں درپیش چیلنجز اور اس کے دائرہ کار پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

دوسری اکائی میں ذہنی معذور بچوں کی تعریف اور ان بچوں کے اقسام، ذہنی معذور بچوں کی خصوصیات اور ذہنی معذوریت کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے۔اور ان بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام کی وضاحت کی گئی ہے۔ساتھ ہی ساتھ بصارت سے معذور بچوں کے اقسام، ان کی خصوصیات، معذوریت کے اسباب اور بصارتی معذور بچوں کی شناخت کو بیان کرتے ہوئے ان بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام کی وضاحت کی گئی ہے۔نیز اس اکائی میں اکتسابی معذور بچوں اور سماعت سے معذور بچوں کے اقسام، ان کی خصوصیات، معذوریت کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔اور ان بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

تیسری اکائی میں خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب کو بیان کیا گیا ہے جسمیں غربت وافلاس، والدین کی تعلیمی لاشعوری، مناسب اسکولوں کا فقدان، مخلوط تعلیمی ماحول اور خواتین اساتذہ کی کمی جیسے گوشوں پر بحث کی گئی ہے۔ساتھ ہی ساتھ تعلیم میں خواتین کی شمولیت کو بہتر بنانے کے لیے درکار حکمت عملی کی وضاحت کی گئی۔نیز SC, ST اور اقلیتوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب، تعلیم میں ان کی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے درکار حکمت عملی کی نشاندہی کی گئی ہے۔

شمولیاتی تعلیم

اکائی ۔1۔ شمولیاتی اور خصوصی تعلیم کا تعارف

Introduction to Inclusive and Special Education

ساخت

1.1 تمہید

1.2 مقاصد

1.3 شمولیاتی تعلیم ۔ معنی، تصور، ضرورت اور اہمیت

1.3.1 شمولیاتی تعلیم ۔ معنی اور تصور

1.3.2 شمولیاتی تعلیم کے خصوصیات

1.3.3 شمولیاتی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت

1.3.4 شمولیاتی تعلیم کے چیلنجز

1.3.5 شمولیاتی تعلیم کے دائرہ کار

1.4 خصوصی تعلیم: معنی، تصور، ضرورت اور اہمیت

1.4.1 خصوصی تعلیم: معنی، تعارف

1.4.2 خصوصی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت

1.4.3 کمزوری، معذوریت اور انضمامی معذور

1.5 انضمامی تعلیم کا تصور، علیحدگی اور مرکزی دھارے

1.5.1 انضمامی تعلیم

1.5.2 علیحدگی تعلیم

1.5.3 مرکزی دھارا کی تعلیم

1.6 یاد رکھنے کے نکات

1.7 فرہنگ

1.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

1.9 سفارش کردہ کتابیں

1.1 تمہید

تعلیم انسان کی بنیادی ضرورت اور حق ہے۔کسی بھی ملک کی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے سبھی بچوں کو بنیادی اور معیاری تعلیم مہیا کرائے۔انگریزوں کی غلامی سے آزادی ملنے کے بعد ہندوستان میں 26/جنوری 1950 کو آئین نافذ ہوا۔آئین کے دفعہ 45 میں یہ کہا گیا کہ 14-1 سال تک کے بچوں کو تعلیم دینا سرکار کی ذمہ داری ہوگی۔ ہندوستانی آئین کے 86ویں ترمیم (2002) کے ذریعہ جو 2009 میں قانون کی شکل اختیار کر لی اور 1 اپریل 2010 سے نافذ کیا گیا،جس سے 6 سے 14 سال تک کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنا بنیادی حق بن گیا،یعنی بنیادی تعلیم حاصل کرنا اب ہر بچے کا بنیادی حق ہو گیا۔اب کوئی بھی اسکول یا تعلیمی ادارہ نسل، ذات، مذہب، جنس اور جگہ کی بنیاد پر بچوں کو اسکول میں داخلہ لینے سے انکار نہیں کر سکتا۔اس سے یہ صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی بچہ چاہے وہ عام ہو،معذور ہو یا سماجی و معاشی طور پر کمزور طبقہ کا ہو بغیر کسی رکاوٹ کے کسی بھی اسکول میں اپنا داخلہ کرا سکتا ہے۔معذوریت یا کسی اور بنیاد پر بچوں کو اسکول کے مرکزی دھارے سے باہر نہیں رکھا جا سکتا۔قومی نصابی ڈھانچہ 2005 میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ

"علیحدگی نہ تو معذور بچوں کے لئے اچھا ہے نہ تو عام بچوں کے لیے"۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سماج کے سبھی طرح کے بچوں کو ایک ساتھ ایک اسکول میں تعلیم حاصل کرنا چاہیے۔یہی تصور شمولیاتی تعلیم کے نظریہ کی تخلیق کرتا ہے۔کسی بھی ملک کی ترقی کے لیے نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ شمولیاتی تعلیم کا انتظام کرے۔آج جب عالمی سطح پر تعلیم کو انسان کی بنیادی حق کے طور پر قبولیت حاصل ہوگئی ہے،شمولیاتی تعلیم مضبوط اور اثر دار تعلیمی نظام بن کر ابھری ہے۔

1.2 مقاصد

اس اکائی میں ہم شمولیاتی تعلیم کے تصور، معنی اور دائرہ کار کے بارے میں مطالعہ کریں گے ساتھ ہی خصوصی تعلیم، انظمامی تعلیم اور شمولیاتی تعلیم کے درمیان فرق کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں گے۔اس کے علاوہ اس اکائی میں ہم اس موضوع پر بھی غور کریں گے کہ اسکول میں شمولیاتی تعلیم کا ماحول کس طرح بنایا جا سکتا ہے اور وہ کون کون سے عناصر ہیں جو شمولیاتی تعلیم کو متاثر کرتے ہیں، اس پر بھی اس اکائی میں مطالعہ کیا جائے گا۔اس اکائی کے مطالعے کے بعد:

- ☆ آپ شمولیاتی تعلیم کے تصور، معنی اور دائرہ کار کو سمجھ جائیں گے۔
- ☆ خصوصی تعلیم، انضمامی تعلیم اور شمولیاتی تعلیم کے درمیان فرق سے واقف ہو جائیں گے۔
- ☆ اسکول میں شمولیاتی ماحول قائم کرنے میں بنیادی، سماجی اور جذباتی ماحول کے کردار کو سمجھ جائیں گے۔
- ☆ اسکول میں شمولیاتی تعلیم کو متاثر کرنے والے عناصر سے واقفیت حاصل کرلیں گے۔

1.3 شمولیاتی تعلیم۔معنٰی، تعارف، ضرورت اور اہمیت

1.3.1 شمولیاتی تعلیم۔معنی اور تعارف

شمولیاتی تعلیم ایک تعلیمی نظریہ اور فلسفہ ہے۔یہ ایک خاص طرح کا جدید تعلیمی تصور ہے۔شمولیاتی تعلیم کو جامع تعلیم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ شمولیاتی تعلیم وہ تعلیمی نظام ہے جس میں بغیر کسی امتیازی برتاؤ کے تعلیمی اور سماجی کامیابی کے لیے سماج کے سبھی بچوں کو جس میں جسمانی طور سے معذور اور سماجی و معاشی طور پر کمزور طبقہ کے بچے بھی شامل ہیں، کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کرنا ہے۔تعلیم ایک بنیادی انسانی حق ہے۔اس حیثیت سے سماج کے سبھی بچے چاہے وہ عام ہو، معذور ہو یا سماجی و معاشی طور سے کمزور طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، کو تعلیم حاصل کرنا ان کا بنیادی حق ہے۔حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ سبھی بچوں کے لیے تعلیم کا انتظام کرے۔عالمی سطح پر شمولیاتی تعلیم کی مقبولیت پہلی بار The salamancha statement and framework for action

(1994) سے مضبوطی کے ساتھ ملتی ہے۔جس میں " سبھی کے لئے تعلیم " کا تصور کو قبول کیا گیا۔ اس کانفرنس میں مختلف مما لک اور تعلیمی تنظیموں کے نمائندوں نے حصہ لیا۔اس کانفرنس میں تعلیم کی پہنچ سبھی تک ہو کو یقینی بنانے کی پالیسی کو منظوری دی گئی۔یہیں سے شمولیاتی تعلیم کا تصور مضبوطی کے ساتھ عالمی سطح پر ابھرتا ہے۔

UNESCO کے مطابق شمولیاتی تعلیم تین باتوں پر منحصر ہے۔

a) مرکزی دھاراوالے اسکولی تعلیمی نظام میں طالب علموں کی جسمانی حاضری۔

b) اسکولی زندگی کے اندر اپنی مکمل اور سرگرم حصہ داری۔

c) نئے مہارت کے فروغ کے ساتھ اعلیٰ سطح کی کامیابی حاصل کرنے میں قابلیت پیدا ہو۔

شمولیاتی تعلیم کے بارے میں انسانی وسائل ترقی کے وزارت کے مطابق" شمولیاتی تعلیم کا مطلب سبھی سیکھنے والے عمومی اور خصوصی بچوں سے ہے جو عام اسکولی تعلیمی نظام اور سماجی تعلیمی مرکزوں میں آپس میں مل جل کر سیکھنے اور پڑھنے کے قابل ہیں"۔

اسٹیفن اور بلیق ہرٹ کا خیال ہے کہ:

" تعلیم کے اہم دھارے کا مطلب معذور (مکمل طور پر نہیں) بچوں کو عمومی کمرہ جماعت میں درس وتدریس کا انتظام کرنا ہے۔ یہ برابری کا موقع نفسیاتی سوچ پر منحصر ہے جو منصوبہ بند طریقے سے سماجی واکتسابی عمل کو بڑھاوا دیتی ہے"

("Mainstreaming is the education of mainly handicapped children in the regular classroom. It is based on the philosphy of equal opportunity that implemented throug individual planning to promote appopriate learning achievement andsocial normalisation."-: Stephen and Blackhurt)

شمولیاتی تعلیم کا مطلب عام اسکول میں خصوصی طلباء جو جسمانی اور ذہنی طور پر معزور ہوں اور ایسے بچے جو سماجی اور معاشی طور سے کمزور طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں، سماج کے دوسرے عام بچوں کے ساتھ ایک ہی کمرہ جماعت میں ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔شمولیاتی تعلیم کا پیغام ہے کہ " سبھی بچے کا تعلق اسکول سے ہے اور اسکول سبھی بچوں کا خیر مقدم کرتا ہے"۔شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ شمولیاتی سماج کو فروغ ملتا ہے، جس سے سماج کے اندر لوگوں کی شمولیاتی ترقی ہوتی ہے اور ملک ترقی کرتا ہے۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مختلف مذاہب، تہذیب، زبان اور نسل کے لوگ رہتے ہیں، وہاں سماج میں تنوع دیکھنے کو ملتا ہے۔شمولیاتی تعلیم ایک بہترین تعلیمی نظام ہے۔ بیشک اسے نافذ کرنا مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں۔

آزادی کے بعد ہندوستان میں ہوئے تعلیمی نظام کی ترقی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ ہندوستانی تعلیم مختلف سماجی، ثقافتی، تہذیبی اور مذہبی تنوع کے باوجود شمولیاتی تعلیم کی طرف ہمیشہ گامزن رہی ہے۔ آزادی کے بعد 26/جنوری 1950 کو ہندوستانی آئین نافذ ہوا۔ ہندوستانی دستور میں تعلیم کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔آئین کے دیباچہ میں سماجی، معاشی اور مواقع کے برابری کی بات کی گئی ہے جس میں تعلیم حاصل کرنے کے مواقع بھی شامل ہیں۔آئین کے دفعہ 15 میں یہ بات درج ہے کہ " کسی بھی شہری کے ساتھ مذہب، نسل، ذات، جنس اور پیدائشی جگہ کی بنیاد پر امتیاز نہیں برتا جائے گا"۔ دفعہ 29(1) میں کہا گیا ہے کہ " کوئی بھی شہری مذہب، نسل، ذات اور زبان کی بنیاد پر حکومت کی مدد سے امداد حاصل کرنے والے تعلیمی اداروں میں داخلہ سے محروم نہیں کیا جا سکتا"۔آئین کے دفعہ 45 میں کہا گیا تھا کہ 14-1 سال کے بچوں کے مفت اور لازمی تعلیم دینا حکومت کی ذمہ داری ہوگی"۔اب 86 ویں آئینی ترمیم کے ذریعہ 14-6 سال کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنا بنیادی حق بن گیا ہے۔ جو 1/اپریل 2010 سے نافذ ہوگیا ہے۔اس کو عمل میں لانے کے لئے آئین کے دفعہ 21 جو بنیادی حقوق کے دائرے میں آتا ہے کے ساتھ 21(1) جوڑ دیا گیا ہے۔اس آئینی ترمیم کے بعد ملک کے سبھی بچوں کو چاہے وہ کسی بھی مذہب، ذات،

نسل یا طبقہ کا ہو 14-6 سال تک مفت اور لازمی تعلیم حاصل کرنا اس کا بنیادی حق بن گیا ہے۔ حکومت کا یہ فیصلہ ملک کو شمولیاتی تعلیم کی طرف بڑھانے کے لیے ایک مضبوط قدم ہے۔ یہی نہیں دفعہ (1)51 میں بھی بدلاؤ کیا گیا اور یہ بات جوڑی گئی کہ سبھی والدین اور سر پرستوں کو 14-6 سال تک کے بچوں کو تعلیم دلانا ان کی بنیادی ذمہ داری ہوگی۔

ہندوستانی آئین نسل، ذات، طبقہ، مذہب، جنس و زبان کی بنیاد پر کسی بھی طرح کے امتیازی سلوک سے روکتا ہے۔ اس طرح یہ ایک شمولیاتی سماج قائم کرنے کا تصور بھی پیش کرتا ہے جس کے پس منظر میں بچوں کو سماجی، ذاتی، معاشی، جنسی، جسمانی، دماغی نظریہ کے طور سے مختلف دیکھے جانے کے بجائے ایک آزاد سیکھنے والے کے طور سے دیکھے جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے بچوں میں مکمل طور پر شمولیاتی سوچ و نظریہ کو فروغ ملے گا اور شمولیاتی تعلیم کا ماحول پیدا ہوگا۔

شمولیاتی تعلیم کا مطلب ایسے تعلیمی نظام اور ماحول سے ہے جس میں سبھی طالب علموں کو جس میں خصوصی طلباء بھی شامل ہیں، بغیر کسی امتیازی سلوک کے تعلیم حاصل کرنے کا حق دیتا ہے جہاں مربوط تعلیم کے تصور میں خصوصی تعلیم انضمامی تعلیم کا صرف ایک حصہ ہوتا ہے وہیں شمولیاتی تعلیم میں خصوصی تعلیم، شمولیاتی تعلیم کا اندرونی حصہ ہوتا ہے۔ ایک عام کمرہ جماعت میں تین طرح کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اوسط، ذہین اور ذہنی طور پر کمزور بچے۔ ایک معلم جب کمرہ جماعت میں درس و تدریس کا کام انجام دیتا ہے تو اس کی نظر اوسط بچوں پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی نظر ذہین اور کمزور طلباء پر بھی ہوتی ہے۔ یعنی وہ کمرہ جماعت میں موجود سبھی طلباء کی شمولیت کرتا ہے مگر اسی کمرہ جماعت میں کچھ ایسے بھی طالب علم ہوتے ہیں خاص کر وہ طالب علم جو جسمانی اور ذہنی طور پر معذور ہوتے ہیں انہیں خاص مدد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تعلیمی میدان میں دوسرے بچوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکیں۔ شمولیاتی تعلیم میں ایسے طلباء کی ساری ضرورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے اور انہیں ضرورت کے مطابق ساری سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں۔

اکثر شمولیاتی تعلیم اور انضمامی تعلیم کو ایک سمجھ لیا جاتا ہے لیکن دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ شمولیاتی تعلیم میں لچیلا پن پایا جاتا ہے اس میں طلبہ کی ذاتی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے سبھی طلباء کو معیاری تعلیم مہیا کرائی جاتی ہے اور یہ پورے طور سے طلباء مرکوز تعلیمی نظام ہے۔ جبکہ انضمامی تعلیم میں ایسا نہیں ہے۔ شمولیاتی تعلیم "سب کے لئے تعلیم" کے تصور پر یقین رکھتی ہے۔ اس تعلیم کا مقصد ہے کہ سماج کے سبھی افراد کو بغیر کسی انفرادی امتیاز کا خیال کئے سبھی بچوں کو تعلیم مہیا کرانا تاکہ سبھی اپنی زندگی کے مقاصد کو حاصل کرسکیں۔

شمولیاتی تعلیم سے ہمارا امراد ایسے تعلیمی نظام اور ماحول سے ہے، جس میں سبھی طالب علموں کو جس میں خصوصی طلباء بھی شامل ہیں بنا کسی امتیازی سلوک کے تعلیم حاصل کرنے میں برابری کا حق دیتی ہے جہاں انضمامی تعلیم کے تصور میں خصوصی تعلیم انضمامی تعلیم کا صرف حصہ ہوتا ہے وہیں شمولیاتی تعلیم میں خصوصی تعلیم شمولیاتی تعلیم کا اندرونی حصہ ہوتا ہے۔ ایک عام کمرہ جماعت میں تین طرح کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اوسط، ذہین اور جسمانی، ذہنی طور پر کمزور بچے۔ ایک معلم جب کمرہ جماعت میں درس و تدریس کا کام انجام دیتا ہے تو اس کی نظر اوسط بچوں پر زیادہ ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی نظر ذہین اور کمزور طلباء پر بھی ہوتی ہے۔ یعنی وہ کمرہ جماعت میں موجود سبھی طلباء کی شمولیت کرتا ہے۔ مگر اسی کمرہ جماعت میں کچھ ایسے بھی طالب علم ہوتے ہیں خاص کر وہ طالب علم جو جسمانی اور ذہنی طور پر معذور ہوتے ہیں انہیں خاص مدد کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تعلیمی میدان میں دوسرے بچوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ سمولیاتی تعلیم میں ایسے طلباء کی ساری ضرورتوں کا خیال رکھا جاتا ہے اور انہیں ضرورت کے مطابق ساری سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں۔

شمولیاتی تعلیم سماج کے سبھی بچوں کو تعلیم کے مرکزی دھارے میں جوڑنے کی وکالت کرتی ہے۔ یہ صحیح معنی میں سبھی کی تعلیم جیسے نعرہ کی ہی دوسری شکل ہے جس کے کئی مقاصد میں سے ایک مقصد ہے " خصوصی بچوں کو عام بچوں کے ساتھ تعلیم اور ان کا خاص خیال" لیکن بدقسمتی سے ہم سب اس کے وسیع معنی کو پورے طور سے سمجھنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے شمولیاتی تعلیم کا معنی صرف اور صرف " خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم " سے لگاتے ہیں، جو کہ حقیقت

سے دور جانی پڑتی ہے۔شمولیاتی تعلیم کا ایک مقصد " خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم " سے ہے۔لیکن اس کا مکمل مقصد صرف " خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم " سے نہیں ہے۔

شمولیاتی تعلیم کو جامع تعلیم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔شمولیاتی تعلیم میں خصوصی تعلیم اور انضمامی تعلیم دونوں کے تصور شامل ہوتے ہیں۔اور اس کا دائرہ کار ان دونوں تعلیمی نظام سے کافی وسیع ہے۔اس میں نہ صرف عام بچوں کی تعلیم کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ خصوصی بچوں کی تعلیم کا بھی مکمل اور پختہ انتظام کیا جاتا ہے۔ان تینوں تعلیمی نظام کے درمیان فرق کو ہم نیچے دئے گئے تصویر سے سمجھ سکتے ہیں۔

شمولیاتی تعلیم کو متاثر کرنے والے عناصر

اسکول میں شمولیاتی تعلیم کو متاثر کرنے والے عناصر مندرجہ ذیل ہیں۔

i) اسکول

اسکول شمولیاتی تعلیم کو نافذ کرنے اور اسے فروغ دینے میں اہم رول ادا کرتا ہے۔شمولیاتی تعلیم کی کامیابی اور ناکامی اس بات پر منحصر کرتی ہے کہ اسے نافذ کرنے اور فروغ دینے میں اسکولوں کی دلچسپی کتنی ہے؟ شمولیاتی تعلیم میں عمومی اور خصوصی دونوں طرح کے طلباء تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس لیے اسکول میں وہ ساری بنیادی سہولتیں ہونی چاہیے جو سبھی طلبا کے لیے اور خاص کر خصوصی طلباء کے لیے اہم اور ضروری ہوں۔اسکول میں سماجی، جذباتی، اخلاقی اور جمہوری ماحول ہونے چاہیے۔اسکول کے درمیان ماحول خوش گوار ہونا چاہیے تاکہ سبھی ایک دوسرے کے جذبات، عقائد اور تہذیب کا احترام کر سکیں۔اسکول کے سارے انتظامات اور ماحول شمولیاتی تعلیم کے مطابق ہونے چاہیے۔

ii) معلم

معلم تعلیمی نظام کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے۔کسی بھی تعلیمی نظام کی کامیابی معلم کی پیشہ وارانہ صلاحیت، عقیدت اور لگن پر منحصر کرتی ہے۔معلم تعلیمی مقاصد کی کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے۔شمولیاتی تعلیم میں معلم کا کردار بہت ہی اہم ہوتا ہے۔معلم کا نظریہ، رویہ تعلیمی مقاصد کو متاثر کرتا ہے۔شمولیاتی تعلیم میں سماج کے سبھی طبقہ کے بچے کی شمولیت ہوتی ہے۔اس لیے اس تعلیمی نظام میں معلم کا کردار بہت ہی اہم ہو جاتا ہے۔شمولیاتی تعلیم کے معلم کو خصوصی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تعلیم حاصل کر رہے سبھی طلبا کی نفسیات اور ضرورت کو سمجھ سکے اور ان کے ساتھ پیشہ وارانہ اور ہمدردانہ سلوک کر سکے اور خاص طور سے خصوصی طلبا کی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے ان کی ضرورت کے مطابق ان کی مدد کر سکے۔شمولیاتی تعلیم کی کامیابی کے لئے معیاری اور قابل معلم کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔

iii) نصاب

کسی بھی تعلیمی مقاصد کو حاصل کرنے میں نصاب کا اہم رول ہوتا ہے۔بغیر نصاب کے اسکولی تعلیم ممکن نہیں ہے۔نصاب، معلم اور طلبا دونوں کی تعلیمی رہنمائی کرتا ہے۔نصاب کے ذریعہ تعلیمی مقاصد طے کئے جاتے ہیں اور طلبا اسی نصاب کے ذریعہ ہی اپنے تعلیمی مقاصد کو حاصل کرتے ہیں۔اساتذہ اسکول میں اپنی درسی و تدریسی عمل کی انجام دہی بھی نصاب کے مطابق ہی کرتے ہیں۔شمولیاتی تعلیم میں نصاب کا بہت ہی اہم رول ہوتا ہے۔اس تعلیمی نظام میں ایسے نصاب کی تشکیل دی جاتی ہے جو اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والے سبھی طلبا کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہو جیسا کی ہم جانتے ہیں کہ شمولیاتی تعلیم میں عمومی اور خصوصی دونوں طرح کے طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں اس لیے ایسے اسکولوں کا نصاب ایسا ہونا چاہیے کہ اسکول میں تعلیم حاصل کرنے والے سبھی طلب علموں کی تعلیمی ترقی اور شخصیت کو فروغ مل سکے۔

(iv	والدین یا سر پرست

شمولیاتی تعلیم کو متاثر کرنے والے عوامل میں سے اسکول میں پڑھنے والے طلبا کے والدین اور سر پرست بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ والدین تعلیمی نظام کا ایک اہم حصہ ہوتے ہیں۔ شمولیاتی تعلیم میں خصوصی بچے بھی پڑھتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ والدین خصوصی بچے کی نفسیاتی ضرورت کو سمجھیں اور ان کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کریں۔ خصوصی بچوں کی ضروریات کا ہمیشہ خیال رکھا جائے اور انہیں وقت پر ضروری سامان بھی مہیا کرایا جائے۔ اسکول کے معلم سے مسلسل رابطہ رکھیں اور ان کے حالات سے واقف رہیں۔ اسکول میں پڑھنے والے خصوصی اور کمزور بچوں کو اخلاقی مدد کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے جو انہیں والدین اور معلم سے ملتی ہے۔ دوسری طرف والدین کے ذریعہ اسکول کو خصوصی و کمزور بچوں کے طرز عمل و دیگر معلومات حاصل کرنے میں کافی سہولت ملتی ہے جس کو سمجھ کر معلم کو ایسے طالب علموں کے لیے تعلیمی منصوبہ بندی بنانے اور درس وتدریس کے عمل کو پورا کرنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

(v	جنسی امتیازات

پہلے ہم پڑھ چکے ہیں کہ شمولیاتی تعلیم میں بغیر کسی امتیازی سلوک کے سبھی بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ اس تعلیمی ماحول میں لڑکا اور لڑکی ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس تعلیمی نظام میں بغیر جنسی امتیازات کے سبھی طلباء کو ایک طرح کی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی تنگ سماجی نظریے کی وجہ سے جنسی امتیازات دیکھنے کو مل جاتے ہیں جو شمولیاتی تعلیم کے مقاصد کو مجروح کرتے ہیں۔ سماج اور اسکول کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسکول کے اندر اور باہر اس طرح کا ماحول پیدا کرے کہ بغیر کسی خوف اور ڈر کے لڑکیاں اسکولوں میں جا کر تعلیم حاصل کر سکیں۔ اس کے لئے اسکول میں جنسی امتیازی سیل قائم کرنا چاہیے جس کا صدر کسی معلّمہ کو بنانا چاہیے تاکہ اگر کسی امتیازی سلوک کی کوئی بات ہو تو لڑکیاں اپنی باتوں کو بغیر کسی جھجھک اور ہچکچاہٹ کے کہہ سکیں۔

(vi	سماج

یہ بات ہم سبھی جانتے ہیں کہ سماج تعلیمی مقاصد کو متاثر کرتا ہے۔ یہ بات عام ہے کہ جس طرح کا سماج ہوتا ہے تعلیمی نظام اور تعلیمی مقاصد بھی اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ سماج اپنی ضرورتوں کے مطابق تعلیمی نظام بناتا ہے اور اسکول قائم کرتا ہے۔ اسکول سماج کا حصہ ہوتا ہے۔ سماج کی بناوٹ اس کی فطرت تعلیمی نظام کو متاثر کرتی ہے۔ شمولیاتی تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ سماج کا نظریہ اور سوچ بھی شمولیاتی ہو۔ سماج میں کسی طرح کا مذہبی، تہذیبی، معاشی، جنسی، نسلی اور طبقاتی امتیاز نہ ہو۔ سماج کے سبھی لوگ مل جل کر بغیر کسی امتیازی سلوک کے بھائی چارگی کے ساتھ رہتے ہوں۔ ایسے ماحول میں ہی شمولیاتی تعلیم کا فروغ اور ترقی ہوسکتی ہے۔ سماج کا نظریہ ترقی پذیر ہونا چاہیے۔ سماجی مساوات اور رواداری شمولیاتی تعلیم کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ہی سماج میں تعلیمی بیداری کا ہونا بھی ضروری ہے۔ سماج میں تعلیمی بیداری سے ہی لوگوں کو تعلیم کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ خصوصی بچوں کے لیے بھی سماج کا نظریہ مثبت ہونا چاہیے تاکہ اس طرح کے بچے بھی تعلیم حاصل کر کے اپنی شخصیت کی نشوونما کر سکیں اور اپنی زندگی کے مقاصد کو حاصل کر سکیں اور سماج کی شمولیاتی ترقی ہو سکے۔

(vii	تعلیمی پولیسی

کسی بھی ملک کی تعلیمی پالیسی اس ملک کے تعلیمی نظام اور تعلیمی مقاصد کو متاثر کرتی ہے۔ کسی بھی ملک کی تعلیمی پالیسی اس ملک کی تعلیمی مقاصد کو طے کرتی ہے اور پھر حکومتیں اسی کے مطابق تعلیمی نظام کو قائم کرتی ہیں۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ کسی بھی ملک کی تعلیمی پالیسی وہاں کی حکومت بناتی ہے۔ حکومتوں کا جو نظریہ اور رویہ ہوتا ہے اسی کے مطابق وہ تعلیمی پالیسیاں بناتی ہیں۔ یعنی حکومتوں کی سوچ اور نظریہ تعلیمی مقاصد اور تعلیمی نظام کو متاثر کرتی ہیں۔ اس سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ حکومتیں اپنے نظریہ کے مطابق تعلیمی مقاصد طے کرتی ہیں، اور اسی کے مطابق نصاب بناتی ہیں اور اسکولیں قائم

کرتی ہیں۔حکومت کے تعلیمی نظریہ کے مطابق تعلیمی پالیسی اور تعلیمی ڈھانچہ تیار کیا جاتا ہے۔اگر کسی ملک کی حکومت کا نظریہ شمولیاتی ہے تو وہاں کی تعلیمی پالیسی شمولیاتی ہوگی۔

viii) غربت

غریبی کسی بھی سماج کی ترقی کے راستے کی رکاوٹ ہوتی ہے۔شمولیاتی تعلیم کا تصور ہے کہ تعلیم سبھی کے لیے ہو۔تعلیم کی پہنچ سماج کے ہر فرد تک ہونی چاہیے۔غربت اس تصور کو حاصل کرنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔غریب انسان زندگی کی بنیادی ضرورتیں روٹی، کپڑا اور مکان کو پورا کرنے کی جدوجہد میں لگا رہتے ہیں۔ایسے حالات میں وہ تعلیم کی اہمیت کو نہیں سمجھ پاتے جس کی وجہ سے ان کے بچوں کی رسائی اسکولوں تک نہیں ہو پاتی ہے اور وہ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔اگر وہ کسی طرح اسکول تک پہنچ بھی جاتے ہیں تو تعلیم کے درمیان میں ہی پڑھائی چھوڑ دیتے ہیں اور مزدوری میں لگ جاتے ہیں اور سماج کے مرکزی دھارے سے باہر ہو جاتے ہیں۔

1.3.2 شمولیاتی تعلیم کے مقاصد

a) ثانوی سطح پر خصوصی بچوں کی شناخت اور انکی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کرنا۔

b) سبھی طالب علموں کو ایک ہی طرح کی تعلیمی سہولت فراہم کرانا۔

c) معذور طلبا کے لیے اسکول میں کمرہ جماعت، لائبریری، بیت الخلاء وغیرہ تک رسائی کے لیے ضروری انتظام کرنا۔

d) خصوصی طلبا کو ضرورت کے مطابق سیکھنے کے مواد فراہم کرنا۔

e) ثانوی سطح پر تمام اسکولوں و مدارس کے اساتذہ کو ایک مدت کے اندر خصوصی بچوں کو پڑھانے کے لیے ضروری تربیت فراہم کرانا۔

f) خصوصی طلباء کی تعلیم کے لئے خصوصی تعلیمی ماہرین کا انتظام کرنا۔

g) خصوصی طلبا کو آئی۔سی۔ٹی اور دوسرے تکنیکوں کے ذریعہ درس وتدریس کا انتظام کرنا۔

h) درس وتدریس کو خصوصی طلبا کے ضرورت کے مطابق تیار کرنا۔

i) کمرہ جماعت میں خصوصی طلبا کو دوسرے طلبا کی طرح درس وتدریس کے مواقع فراہم کرنا۔

1.3.3 شمولیاتی تعلیم کی اہمیت وضرورت

a۔ شمولیاتی تعلیم میں سبھی بچوں کی ذاتی صلاحیتوں کو فروغ ملتا ہے۔

b۔ شمولیاتی تعلیم سبھی طلبا کو اپنی عمر کے ساتھ اسکول میں جانے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کا حوصلہ دیتی ہے۔

c۔ شمولیاتی تعلیم اسکول کی سرگرمیوں میں طلباء کے والدین کو شامل کرنے کی وکالت کرتی ہے۔

d۔ شمولیاتی تعلیم مختلف تہذیبوں کو سمجھنے اور انہیں قبول کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

e۔ شمولیاتی تعلیم طلبا کو انفرادی نااتفاقی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ رہ کر جینے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

f۔ شمولیاتی تعلیم بچوں کو خود کی ذاتی ضرورتوں وصلاحیتوں کو وسیع امتیاز کے ساتھ فروغ دینے میں مدد کرتی ہے۔

g۔ شمولیاتی تعلیم سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتی ہے۔

h۔ شمولیاتی تعلیم ایک اچھا شہری بنانے میں مدد کرتی ہے۔

i۔ شمولیاتی تعلیم سے ثقافتی کثرتیت کو بڑھاوا ملتا ہے۔

j۔ شمولیاتی تعلیم کسی بھی ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔

شمولیاتی تعلیم سماج کے سبھی بچوں کو تعلیم کے مرکزی دھارے میں جوڑنے کی وکالت کرتی ہے۔ یہ سہی معنی میں سبھی کے لیے تعلیم جیسے نعرے کی دوسری شکل ہے جس کے کئی مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔" خصوصی بچوں کو عام بچوں کے ساتھ تعلیم اور ان کا خاص خیال" لیکن بدقسمتی سے ہم سب اسکے وسیع معنی کو پورے طور سے سمجھنے کی کوشش نہ کرتے ہوئے شمولیاتی تعلیم کا معنٰی صرف اور صرف" خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم" سے لگاتے ہیں، جو کی حقیقت سے دور جانی پڑتی ہے۔شمولیاتی تعلیم کا ایک مقصد" خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم" سے ہے۔لیکن اس کا مکمل مقصد صرف" خاص ضرورت والے بچوں کی تعلیم" سے نہیں ہے۔

شمولیاتی تعلیم کے تصور کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرتے ہوئے قومی نصابی ڈھانچہ(2005) میں یہ کہا گیا ہے کہ شمولیات کی پالیسی کو ہر اسکول اور سارے تعلیمی نظام میں وسیع طور پر نافذ کئے جانے کی ضرورت ہے۔بچوں کو زندگی کے ہر میدان میں وہ چاہے وہ اسکول میں ہوں یا باہر سبھی بچوں کی حصہ داری لازمی کئے جانے کی ضرورت ہے۔اسکولوں کو ایسا مرکز بنائے جانے کی ضرورت ہے جہاں بچوں کو زندگی کی تیاری کرائی جائے۔ اور یہ تعین کیا جائے کی سبھی بچے خاص کر جسمانی یا دماغی طور سے کمزور بچے، سماج کے حاشیے پر جینے والے بچے اور مشکل حالات میں جینے والے بچوں کو تعلیم کے اس اہم میدان میں سب سے زیادہ فائدہ ملے۔انہیں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے کا بھی بھرپور موقع ملے۔کمرہ جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ اپنے جذباتوں کو باٹنے کا موقع دینا چاہیے۔یہ بچوں میں حوصلہ افزائی کرنے کا بہترین طریقہ ہے۔اسکولوں کو تنگ نظری سے بچنا چاہیے۔اکثر اسکولوں میں دیکھا جاتا ہے کہ اسکولوں میں بچوں کے داخلہ کے بعد شروعاتی دور میں ہی تنگ ذہنی سوچ کی بنیاد پر درجہ بندی کر دی جاتی ہے۔اس طرح کی حرکتیں بچوں کے اندر موجود صلاحیتوں کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ بچے اپنے اسکول کے دوستوں سے ذاتی طور پر جوڑنے کے بجائے شروعاتی دور میں ہی ذہنی طور پر الگ ہو جاتے ہیں۔ جیسے اعلی سطح کا طالب علم، عام طالب علم، کمزور طالب علم اور ناکامیاب طالب علم وغیرہ۔اسکول بے تکی کی حد تک جاکر بچوں پر اس طرح کے نشانات لگا دیتے ہیں۔اسکول کچھ بچوں کو کمزور ذہن والے بھی کہہ کر پکارنے لگتے ہیں۔ یہاں تک کی انہیں الگ بھی بیٹھانے لگتے ہیں۔جس سے بچوں کے درمیان آپسی تقسیم بہت صاف طور پر دکھائی دینے لگتی ہے اور یہ بچوں کے دماغ اور ذہن پر بہت گہرا اثر ڈالتا ہے جس کے نتائج اکثر منفی ہوتے ہیں۔بچوں پر اس کا اثر اس قدر ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کمرہ جماعت میں معلم کے سوال کا صحیح جواب معلوم ہونے کے باوجود طلباء ڈر کی وجہ سے کمرہ جماعت میں بالکل خاموش رہتے ہیں، اس سے کمرہ جماعت کے درسی وتدریسی عمل میں انکی حصہ داری نہیں ہو پاتی اور وہ سیکھنے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا باتوں سے یہ صاف ہے کہ ہر بچے کی اپنی خصوصیات اور ضرورتیں ہوتی ہیں۔ان کی خاص ضرورتوں کی وجہ سے انہیں کہیں" خاص ضرورت والے بچوں" کے درجہ میں رکھ دیا جاتا ہے جو صحیح نہیں ہے۔کوشش ایسی ہونی چاہیے کہ سبھی بچوں کی ضرورتوں کی پہچان کی جائے اور انہیں پورا کرنے کی ایمانداری سے کوشش کی جانی چاہیے جس سے بچے اپنی زندگی کے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔شمولیاتی تعلیم اسی بات کی وکالت کرتی ہے۔

1.3.4 شمولیاتی تعلیم کے چیلنجز

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ پورے تعلیمی نظام پر دوبارہ غور وخوص کرنے اور صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔شمولیاتی تعلیم کو اثر انداز بنانے کے لئے نہ صرف اس سے وابستگی کی ضرورت ہے بلکہ ایمانداری اور دیانتداری سے اسے قبول کرنے کے نظریے کی بھی ضرورت ہے۔تا کہ شمولیاتی تعلیم کے ساتھ انصاف کیا جا سکے۔آج کے اسکولی تعلیمی نظام سے متعلق مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے تو کئی سوال ہمارے سامنے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔جن کا حل نکالنا ضروری ہے تبھی شمولیاتی تعلیم کے مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔شمولیاتی تعلیم کو نافذ کرتے وقت مندرہ ذیل نقطوں پر غور کرنا لازمی ہے تبھی شمولیاتی تعلیم کو

کامیابی کے ساتھ عملی جامہ پہنا کر اس کے مقاصد تک پہنچا جا سکتا ہے۔

- تعلیم سبھی بچوں کا بنیادی حق ہے لیکن آج بھی لاکھوں بچے بنیادی اور معیاری تعلیم سے محروم ہیں۔
- تعلیمی پروگراموں کو نافذ کرتے وقت بچوں کے انفرادی تفاوت کا خیال رکھا جانا چاہیے۔
- خصوصی بچوں کی پہنچ عام اسکولوں تک یقینی ہو۔
- طلباء مرکوز تعلیمی نظام پر زور دیا جانا چاہیے۔
- بہت سارے اسکول سبھی بچوں کو داخلہ نہیں دیتے۔ سبھی بچوں کے داخلہ کو یقینی بنانا ہوگا۔
- کیا اسکولوں کے پاس وہ سارے وسائل موجود ہیں جو بچوں کے ذہن کے فروغ کے لئے ضروری ہیں؟
- کیا اسکولی اساتذہ کے پاس وہ مہارتیں ہیں جو مختلف صلاحیتوں اور ضرورتوں والے بچوں کو ایک ساتھ پڑھا سکیں؟
- کیا والدین طالب علموں کی ترقی وفروغ میں برابر کی حصہ داری نبھاتے ہیں؟
- کیا معلم بچوں کے والدین کو اسکول کے ایک اہم حصہ کے طور پر قبول کرتے ہیں؟
- کیا معلم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ سبھی طالب علموں میں کچھ نہ کچھ خاص خصوصیت ہوتی ہیں؟
- اسکول میں صرف تعلیمی مہارتوں پر ہی غور کیا جاتا ہے یا سماجی مہارتوں کو بھی اہمیت دی جاتی ہے؟
- کیا اسکول میں کام کرنے والے سبھی افراد مختلف مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ خاص ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔؟

ان سوالوں پر سنجیدگی سے غور کئے جانے کی ضرورت ہے۔ شمولیاتی تعلیم کے تصور کو حقیقت میں بدلنے کے لئے تعلیمی نظام میں دو سطحوں پر بنیادی بدلاؤ کی ضرورت ہے۔ پہلا Pre Service Teacher Education میں اور دوسرا In Service Teacher Education میں۔ جہاں تک Pre Service Teacher Education کا سوال ہے، اس تربیتی پروگرام میں شمولیاتی تعلیم کو ایک لازمی مضمون کے طور پر مقام دیا جانا چاہیے۔ In Service Teacher Education میں شمولیاتی تعلیم کو سبھی سطحوں پر عمل میں لانا چاہیے۔ جس سے اساتذہ کو اسکی اہمیت اور ضرورت کا احساس ہو جائے، اور ساتھ ہی وہ اس کو عمل میں لانے میں آنے والی دشواریوں سے بھی واقف ہو جائیں۔ تاکہ آگے چل کر ان مسائل کا حل وہ خود یا پھر کسی کی مدد سے نکالا جا سکے۔

شمولیاتی تعلیم کو عمل میں لانے کے لیے ضروری ہے کے تعلیمی نظام کو مظبوط بنایا جائے سبھی طالب علموں کو بنیادی سہولتیں ضرورت کے مطابق پوری کی جائے۔ ان سب کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ لوگوں کو حساس بنایا جائے کیونکی غیر حساس ہونا ہی معذور بچوں کے سامنے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ موقع کی مساوات کی کمی، بنیادی سہولتوں کی کمی، بنیادی سہولتوں کا غلط استعمال، قدر تعین کا بہتر نہ ہونا اور تعلیمی نظام کی خامیاں یہ کچھ ایسے مسائل ہیں جو شمولیاتی تعلیم کو عمل میں لانے میں دیوار کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان مسائل کا حل نکالنا سبھی کی ذمہ داری بنتی ہے۔ اساتذہ میں مہارت، پیشہ وارانہ صلاحیت، قابلیت اور صحیح نظریہ کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ کمرہ جماعت میں درس وتدریس کے درمیان سبھی بچوں کی شمولیت حاصل کی جا سکے۔ خصوصی طلبا کو تدریسی عمل کے دوران حسب ضرورت مدد فراہم کرا کے صلاحیتوں کو فروغ دیا جا سکے۔ تاکہ سبھی بچوں کے اندر اتحاد، آپسی بھائی چارہ، رواداری، مساوات، اخلاقیات اور اقدار کو فروغ مل سکے اور ان کی شخصیت کو فروغ حاصل ہو سکے۔

1.3.5 شمولیاتی تعلیم کے دائرہ کار

شمولیاتی تعلیم کے مندرجہ ذیل دائرہ کار ہیں۔

i) اسکول اور شمولیاتی تعلیم

ہندوستانی تعلیمی نظام میں کئی طرح کے اسکولوں کا وجود دیکھنے کو ملتا ہے۔لیکن موجودہ دور میں سب سے بہترین اسکول وہ ہے جس کا دائرہ کار شمولیاتی ہو۔اس سے اسکولوں میں سبھی طرح کے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کا برابر موقع ملتا ہے۔ یہ پڑوسی اسکول کی طرح کام کرتے ہیں۔شمولیاتی اسکول میں اسکول کے پاس پڑوس میں رہنے والے سبھی طرح کے بچوں کو جس میں خصوصی بچے یعنی جسمانی طور سے معذور بچے اور سماجی ومعاشی طور پر کمزور طبقہ کے بچوں کو داخلہ دیا جاتا ہے۔اس لئے ایسے اسکولوں کو پڑوسی اسکول کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔شمولیاتی اسکول کے ذریعہ ہی" سبھی کے لئے تعلیم" کا تصور پورا کیا جا سکتا ہے۔شمولیاتی اسکول شمولیاتی سماج بنانے اور سماجی مساوات کو فروغ دینے میں مدد کرتی ہے۔ایسے اسکولوں میں بچے بغیر کسی امتیازی سلوک کے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔طلبا کی ضرورت کے مطابق سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے سبھی طلباء کو اپنی صلاحیتوں کو فروغ دینے کا برابر موقع ملتا ہے۔

ii) سماج اور شمولیاتی تعلیم

شمولیاتی تعلیم شمولیاتی سماج کو فروغ دیتی ہے۔اس تعلیم کے ذریعہ شمولیاتی سماج کی تشکیل ممکن ہے۔شمولیاتی سماج میں نسل، مذہب، ذات، جنس کے نام پر کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔اس سماج میں بچوں کو فطری طور پر فروغ حاصل ہوتا ہے۔ایسے سماج میں بغیر کسی امتیازی سلوک کے سبھی بچے چاہے وہ جسمانی طور پر معذور ہوں یا کسی بھی سماجی، مذہبی ومعاشی طبقے سے آتے ہوں سبھی کی صلاحیتوں کے فروغ کے لیے برابری کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں اور سماج میں برابری کا حق ملتا ہے۔شمولیاتی سماج میں سماج کے سبھی طرح کی روایتوں اور ثقافتوں کو ترقی اور فروغ ملتا ہے جس سے سماج میں ہم آہنگی اور مساوات کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔ ہندوستان جیسے کثیر الثقافتی ملک میں شمولیاتی سماج کا ہونا ملک کے ترقی کی لئے نہایت ہی ضروری ہے۔اور اس طرح کے سماج کی تعمیر میں شمولیاتی تعلیم کا کردار کافی اہم ہے۔

iii) انسانی ترقی اور شمولیاتی تعلیم

شمولیاتی تعلیم سے ہی شمولیاتی سماج کی تشکیل ہوسکتی ہے اور شمولیاتی سماج میں ہی شمولیاتی ترقی ممکن ہے۔ملک اور سماج کی شمولیاتی ترقی شمولیاتی تعلیم کے بغیر ناممکن ہے۔ چونکہ شمولیاتی تعلیم میں سماج کے سبھی طبقے کے بچوں کو بغیر کسی امتیازی سلوک کے تعلیم حاصل کرنے کے مواقع ملتے ہیں، جس سے سماج کے سبھی لوگوں کی شمولیاتی ترقی ہوتی ہے۔اگر کسی سماج کا کوئی بھی فرد کسی بھی وجوہات کی بنا پر تعلیم سے محروم رہتا ہے تو وہ فرد اس سماج کی ترقی کے راستے کا رکاوٹ بنتا ہے۔اس لیے سماج کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سماج میں رہنے والے سبھی لوگوں کے لیے بغیر کسی امتیازی سلوک کے ایک طرح کی تعلیم کا انتظام کرے۔شمولیاتی تعلیم اس کی پیروی کرتی ہے۔

iv) انسانی حقوق اور شمولیاتی تعلیم

تعلیم انسانی حقوق کا فروغ اور تحفظ کرتی ہے۔تعلیم انسان کا بنیادی حق ہے اس بات کی تصدیق پوری دنیا کرتی ہے۔ایسے میں سبھی شہری کو بغیر کسی امتیازی سلوک کے معیاری تعلیم دینا ہر حکومت کی ذمہ داری ہے۔اور یہ ذمہ داری شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔تعلیم انسان کو با اختیار بناتی ہے جس سے انسان اپنے بنیادی حقوق اور ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے اور اپنے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔شمولیاتی تعلیمی نظام ایک ایسا نظام ہے جو انسانی حقوق کے تصور کو قبولیت دیتا ہے اور انسانی حقوق کی پاسداری بھی کرتا ہے۔سبھی کے لیے تعلیم کا تصور شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔اور شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ ہی انسانی حقوق کی حفاظت و تکمیل کی جاسکتی ہے۔

v) سماجی انصاف اور شمولیاتی تعلیم

شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ سماجی انصاف کو فروغ ملتا ہے۔ایک مہذب سماج میں یہ ضروری ہے کہ سبھی کے ساتھ انصاف ہو۔ سماجی انصاف تبھی ہوسکتا

ہے جب سبھی کے پاس تعلیمی حق اور مواقع ہوں۔ سماجی انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سبھی کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع اور حق ملے۔ کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے۔ شمولیاتی تعلیم سبھی کے لیے تعلیم کے مواقع فراہم کرنے کی وکالت کرتی ہے۔ اس تعلیمی نظام میں بچوں کو ان کی صلاحیت اور ضرورت کے مطابق وہ ساری سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں جس سے ان کی شخصیت کا مکمل طور پر ترقی و فروغ ہو سکے۔

vi) منصفانہ و پائیدار ترقی میں شمولیاتی تعلیم کا کردار

تعلیم کسی بھی سماج کی ترقی کا بنیادی شرط ہے۔ کسی بھی ملک یا سماج کی غربت یا مفلسی کو بغیر تعلیم کے دور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آج کا زمانہ تعلیم کا زمانہ ہے۔ Information Technology کی ترقی نے انسان کی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ہے۔ تعلیم کے بغیر آج کی گلوبل دنیا میں ترقی کرنا ناممکن ہے۔ تیزی سے بدلتے ہوئے سماجی، معاشی، سیاسی، تکنیکی حالات میں بغیر تعلیم کا کوئی بھی سماج یا ملک ترقی پزیر نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں ان کے پاس علم کے ساتھ ساتھ مہارتیں بھی ہوتی ہیں جس کا استعمال وہ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ بین الاقوامی سطح پر کروڑوں بچے تعلیم کی روشنی سے دور ہیں۔ ہندوستان میں لاکھوں بچے آج بھی اسکول کی پہنچ سے دور ہیں۔ ان بچوں تک تعلیم پہنچانا آج بھی ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ملک وقوم کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیم کی روشنی ہر افراد تک پہنچے۔ تعلیم میں سبھی کی شمولیت لازمی طور پر طے ہو۔ سماج میں ایسے لوگ یا بچے جو جسمانی طور پر معذور یا معاشی، سماجی، تہذیبی طور سے کمزور طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، ایسے سبھی افراد کو تعلیمی دھارا میں شامل کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ تبھی ایک منصفانہ اور پائیدار سماج کی تعمیر اور ترقی کی جا سکتی ہے۔ اور اس کو انجام تک پہنچانے کا واحد ذریعہ شمولیاتی تعلیم ہی ہے۔

تعلیم لوگوں کے اندر اخلاقیات، اقدار، علم اور مہارتوں کو ترقی اور وسعت بخشتی ہے اور مستقبل کو تابناک اور روشن بناتی ہے۔ تعلیم انسان کے سماجی، تہذیبی، معاشی اور ماحولیاتی زندگی پر پڑنے والے برے اور غلط اثرات سے بچاتی ہے۔ تعلیم کے ذریعہ ہی لوگوں کی شخصیت و ذہن کو وسعت ملتی ہے۔ ایک منصفانہ سماج میں تعلیم کی پہنچ سبھی تک ہونی چاہیے اور یہ پہنچ شمولیاتی تعلیم کے ذریعہ ممکن ہے۔ آج کے دور میں شمولیاتی تعلیم سماج میں مساوات و بھائی چارگی پیدا کرنے میں کافی مددگار ہے۔ جس سے سماج کی منصفانہ و پائیدار ترقی ممکن ہے۔ تعلیم ایک واحد آلہ ہے جس کا استعمال کر کے سماجی مساوات کو ترقی و فروغ دیا جا سکتا ہے، خاص کر ہندوستان جیسے ملک میں جہاں سماج آج بھی غربت، جہالت اور دیگر مختلف طرح کے مسائل سے دو چار ہے، جہاں کی سماجی تہذیب میں کثرتیت پائی جاتی ہو، شمولیاتی تعلیم کو فروغ دے کر ان سبھی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تعلیم قوم میں بیداری لانے کا کام کرتی ہے۔ جس سے سماج میں رہنے والے افراد کی ذہنی ترقی ہوتی ہے، ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت میں وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سماج میں رواداری و انصاف کو فروغ ملتا ہے۔ تعلیم کے ذریعہ لوگوں کے اندر مہارتوں کو ترقی دے کر انہیں برسرِ روزگار بنایا جا سکتا ہے۔ تعلیم انسانیت، ایمانداری اور دیانتداری کو فروغ دیتی ہے جس سے ایک اچھا شہری تیار ہوتا ہے جو ایک منصفانہ و پائیدار سماج بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ان ساری باتوں کا جائزہ لینے پر یہ بات صاف طور پر باہر نکل کر آتی ہے کہ شمولیاتی تعلیم کے بغیر کسی بھی سماج کی منصفانہ ترقی ناممکن ہے۔

1.4 خصوصی تعلیم: معنی، تعارف، ضرورت اور اہمیت

1.4.1 خصوصی تعلیم: معنی، تعارف

خصوصی تعلیم کا باضابطہ آغاز 16 ویں صدی کے ابتدائی دور میں مغربی ممالک میں شروع ہوا۔ اسپین کے Pedrodeleon نے پہلی بار 1955ء میں بتایا کہ زبان سے معذور بچوں کو بھی پڑھایا جا سکتا ہے اور وہ پڑھ سکتے ہیں۔ 1620ء میں Bonet نے زبان سے معذور طلبہ کی تعلیم پر ایک کتاب کی تصنیف اور اس نے ایک ہستیہ مینول الفابیٹ بنایا۔ اس کے بعد دوسرے ماہرین نے بھی اس سے متعلق کتابیں تصنیف کیں۔ 1767ء میں Breadwood نے زبان سے معذور بچوں کی تعلیم کے لئے پہلی بار تعلیمی ادارہ انگلینڈ میں قائم کیا۔ اسی وقت Hinki نے زبانی طریقوں کا ایجاد کیا جس میں بچوں کے ذریعہ ہنٹوں کا پڑھنا

اور بولنے کی خاص مہارتوں کی تربیت دی جاتی تھی۔اس تعلیم میں بچہ کو اس فرد کے ذریعہ بولے جارہے لفظوں کو سمجھنے کی ترکیب بتائی جاتی تھی۔اس طرح خصوصی تعلیم کا فروغ ہوا۔

ہندوستان میں اس کا فروغ 19ویں صدی سے دکھائی دیتا ہے۔ ہندوستان میں نابینہ بچوں کی تعلیم کی پہلی کوشش انگریزی مشنریوں کے ذریعہ ہوا۔ Anniesharp نے امرت سر (پنجاب) میں پہلا اسکول کھولا جو نابینوں کے لئے تھا۔زبان سے معذور بچوں کے لیے 1882ء میں ممبئی میں پہلا رسمی اسکول قائم کیا گیا۔جبکہ ذہنی طور پر معذور بچوں کے لیے پہلا خصوصی اسکول 1931ء میں کھولا گیا۔آزادی کے بعد مختلف کمیٹیوں اور کمیشنوں جیسے مدالیر کمیشن، کوٹھاری کمیشن اور قومی تعلیمی پالیسی (1992 اور 1986) نے خصوصی تعلیم کے متعلق سفارشات پیش کیں۔حکومت ہند نے اس کے متعلق قدم بھی اٹھائے اور کئی ادارے قائم کیے۔اس کے لیے قوانین بھی بنائے گئے اور نافذ بھی کیے۔

خصوصی تعلیم میں ایسے بچوں کو تعلیم دے جاتی ہے جو عام بچوں سے جسمانی، ذہنی اور دماغی طور پر الگ ہوتے ہیں۔ان کی ضرورتیں بھی عام بچوں کی طرح نہ ہو کر ان سے الگ ہوتی ہیں۔یعنی ایسے بچوں کی ضرورتیں عام نہ ہو کر خاص ہو جاتی ہیں۔اس لیے ایسے بچے خاص ضرورتوں والے بچوں کے نام سے جانے جاتے ہیں۔اور ان کو دی جانے والی تعلیم خصوصی تعلیم کہلاتی ہے۔اس طرح کے بچے اپنی مدد خود کرنے سے معذور ہوتے ہیں انہیں دوسروں کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔خصوصی تعلیم میں ایسے ہی بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔

جو بچے ذہنی، جسمانی، اور دماغی طور پر کمزور ہوتے ہیں ان بچوں کو خصوصی تعلیم کے ذریعہ سماج کے اہم دھارا میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔خصوصی تعلیم میں معذور بچوں کو تعلیمی طور پر مضبوط کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ایسے بچوں کے لئے الگ اسکول ہوتے ہیں جہاں ان کی ضروریات کی ساری سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں۔خصوصی تعلیم میں اسکولوں کے بنیادی ڈھانچے کو خصوصی بچوں کی ضرورتوں کو نظر میں رکھتے ہوئے تیار کیا جاتا ہے۔اسکول کی عمارت، ساز و سامان، مشینیں وغیرہ کا انتظام ان کی ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ان اسکولوں میں معلم کی تقرری بھی خصوصی تربیت یافتہ لوگوں کے ذریعہ کی جاتی ہے جو خصوصی طلباء کے نفسیات وضروریات کو سمجھ سکیں اور اس کے مطابق انہیں درس و تدریس کا کام انجام دے سکیں۔

خصوصی تعلیم میں خاص ضرورتوں والے بچوں یعنی معذور بچوں کو سماج کے مطابق تربیت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ وہ روزمرہ کے اپنے مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو سکے۔اس لیے ان کے لیے الگ اسکول قائم کئے جاتے ہیں۔اس تعلیم میں معذور بچوں کو تعلیمی طور پر اس قابل بنایا جاتا ہے کہ ان کی صلاحیتوں کو فروغ مل سکے اور ان میں خود اعتمادی پیدا ہو سکے اور اپنی زندگی کو عام بچوں کی طرح گزار سکے۔خصوصی تعلیم میں عام اسکولوں کے نصاب اور طریقۂ تدریس استعمال نہیں کئے جاتے ہیں بلکہ ان کے لیے خصوصی نصاب تیار کئے جاتے ہیں اور معلم درس و تدریس کے درمیان خاص طریقۂ تدریس کا استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان بچوں کی ذہنی صلاحیت عام بچوں کی ذہنی صلاحیت سے الگ ہوتی ہے۔ان کے لیے خصوصی تعلیم کے ماہر اساتذہ کی خدمات لی جاتی ہیں۔

ماہرین نفسیات او ماہرین تعلیم نے خصوصی تعلیم کی اپنے اپنے طریقے سے تعریف بیان کی ہے۔کریق (Krik) کے مطابق

" خصوصی تعلیم لفظ تعلیم کے پہلوؤں کی طرف اشارہ کرتا ہے"

1.4.2 خصوصی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت

- ☆ خصوصی طلبا کے تعلیمی مقاصد کو متعین کرتا ہے۔
- ☆ خصوصی طلبا کے مسائل کا تجزیہ کر اس کے حل نکالے جاتے ہیں۔
- ☆ خصوصی طلبا کے ضرورت کے مطابق تعلیمی نظام کو قائم کیا جاتا ہے۔

☆ خصوصی طلبا کے ضرورت کے مطابق بنیادی سہولتیں فراہم ہوتی ہے۔

☆ خصوصی طلبا کے اکتسابی صلاحیتوں ونفسیاتی پہلوؤں کا تجزیہ کراس کے مطابق درس وتدریس کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

☆ خصوصی طلبا کو سماجی سرگرمیوں میں ملوث کرنے والے منصوبوں کی تشکیل دینے میں مدد ملتی ہے۔

☆ خصوصی طلبا کو درس وتدریس دینے والے معلم کو خصوصی تربیت حاصل رہتی ہے۔

☆ اسکول کو خصوصی تعلیم کے ماہرین سے مسلسل رابطہ وصلاح اور مشورہ حاصل رہتی ہے۔

☆ خصوصی نصاب کے ذریعہ تعلیم مہیا کرائی جاتی ہے۔

☆ خصوصی طلبا کے متعلق سماج اور والدین کی نظریے میں تبدیلی لانا میں مدد ملتی ہے۔

خصوصی تعلیم ایک خاص طرح کا تعلیمی نظام ہے جس میں معذور بچوں کی تعلیمی صلاحیت اور شخصیت کے فروغ خصوصی انتظام کئے جاتے ہیں۔ان کے لیے خصوصی اسکول قائم کئے جاتے ہیں جس میں اس کے ضروریات کے مطابق ساری بنیادی سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہے۔ان کے ضرورت کے مطابق کمرہ جماعت بنائے جاتے ہیں جس میں خصوصی تربیت یافتہ اساتذہ ان کے درس وتدریسی کا کام انجام دیتے ہیں۔درس وتدریس کے درمیان ضرورت کے مطابق خصوصی درسی وتدریسی آلات کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ان کے تعلیمی صلاحیتوں کو آسانی سے فروغ دیا سکے۔خصوصی تعلیم معذور بچوں کے نفسیاتی ضرورت کے مطابق تعلیم وتربیت دی جاتی ہیں جو انہیں مرکزی دھارے میں لانے اور عمومی زندگی گزارنے میں کافی مدد کرتا ہیں۔اس میں ان بچوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

1.4.3 کمزوری،معذوریت اور انضمامی معذور

جب بھی ہم کسی بچے کا تصور کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں ایک صحت منداور تندرست بچے کا تصور ابھرتا ہے۔ ہر بچے اپنے والدین کے پیارے ہوتے ہیں اور ہر والدین کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کا بچہ صحت منداور چست ودرست ہو۔لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بچہ قدرتی یا غیر قدرتی وجوہات کی وجہ سے اس کے جسمانی اجزاء کو نقصان ہوجاتا ہے یا وہ ذہنی طور پر کمزور ہوجاتے ہیں۔اس طرح کے بچے عام بچوں کی بہ نسبت عمومی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے محروم رہ جاتے ہیں۔جیسا کہ ایک نابینہ بچہ کتاب کو دیکھ کر پڑھ نہیں سکتا۔اس طرح عام طور پر جو بچے جسمانی معذوریت ، نابینہ، بہرہ پن، زبانی معذوریت اور ذہنی طور پر کمزور بچوں کو اس زمرے میں رکھا جاتا ہے جو عام بچوں سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔

کرک کے مطابق

"وہ بچہ جو عام بچوں سے جسمانی، دماغی، ذہنی، سماجی اور جذباتی خصوصیات میں الگ ہوتے ہیں اور ان کی صلاحیتوں کے فروغ کے لئے خصوصی کمرہ جماعت کا انتظام کرنا پڑتا ہے"۔

جے ٹی ٹنڈن کے مطابق

"وہ بچہ جو جسمانی، جذباتی اور سماجی خصوصیات میں عام بچوں سے اتنے الگ ہیں کہ ان کی صلاحیتوں کے فروغ کے لئے خصوصی تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے"۔

World Health Organisation کے مطابق

Impairment means, abnormalities of bady structure and appearance and organ or system fuction resulting from any in principle impairment represents disturbances at the organ level.-(WHO 1976)

Disability-reflect the consequences of impairment in terms of performance and activity by the individual.

Handicap on the other hand, refers to disadvantages experienced by the individual as a result of impairment and disabilities handicaps this reflects interaction with an adaption to the individual's surroundings.

اس طرح دیکھا جائے تو معذور بچے تین طرح کے ہوتے ہیں۔

1) جسمانی طور پر معذور (Phsical Disability)

2) ذہنی طور پر معذور۔(Mental Disability)اور

3) معذور (Handicap)

(1) جسمانی طور پر معذور (Physical Disability)

جسمانی معذوریت کے زمرے میں ایسے بچے کو رکھا جاتا ہے جو بولنے، سننے، چلنے اور دیکھنے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ یہ بچے عام بچوں کی طرح اپنے روزمرہ کے عمومی کام کو انجام نہیں دے پاتے۔جسمانی کمزوری کو عام طور پر چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

i) بصری معذوریت (Visual Disability)

ii) گویائی معذوریت(Speech Disability)

iii) سمعی معذوریت(Hearing Disability)

iv) جسمانی معذوریت(Physical Disability)

i) بصری معذوریت (Visual Disability)

اس زمرے میں ایسے بچے ہوتے جن میں کچھ پیدائشی نابینہ ہوتے ہیں تو کچھ بچوں میں پیدائش کے بعد چوٹ، بیماری یا دیگر وجوہات کی وجہ سے آنکھ کی روشنی کم ہو جاتی ہے یا ہمیشہ کے لئے ختم جاتی ہیں۔اس طرح کے بچے خود سے آمدورفت نہیں کر پاتے ہیں اور انہیں کہیں بھی لے جانے اور لانے میں سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔اس طرح کے سبھی بچے کو اس زمرے میں رکھا جاتا ہے۔

ii) گویائی معذوریت(Speech Disability)

زبان خیالات، جذبات اور احساسات کے ترسیل کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔زبان کے ذریعہ ہی انسان ایک دوسرے سے رابطہ قائم کرتا ہے۔ انسان اپنے بولنے کی مہارت کے ذریعہ دوسرے انسان دوسرے فرد یا سماج پر اپنا اثر یا چھاپ چھوڑتا ہے۔ جب بچہ روانی کے ساتھ نہ بول کر روک روک کر بولتا ہو یا ہکلا کر بولتا ہو، تلفظ کی ادائیگی صحیح طریقے سے نہیں کر پاتا ہو یعنی ان میں قوت گویائی کی کمی دکھائی دیتی ہے تو ایسے بچوں کو ہم گویائی طور پر معذور بچے کے زمرے میں رکھتے ہیں۔

iii) سمعی معذوریت(Hearing Disability)

انسان سننے کا عمل کان کے ذریعہ کرتا ہے۔انسان دیکھ اور سن کر علم حاصل کرتا ہے۔اس مناسبت سے انسان کی تعلیمی زندگی میں آنکھ کے بعد کان بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔اگر کسی انسان یا بچہ کو صاف صاف سنائی نہیں دیتا یا بالکل بھی سنائی نہیں دیتا تو اسے ہم سننے کی معذوریت کہتے ہیں۔بچوں میں سمعی معذوریت کئی طرح کے ہوتے ہیں جیسے ہلکا بہراپن، کچھ حد تک بہراپن، شدید بہراپن وغیرہ اس طرح کے حالات یا تو پیدائشی ہوتے ہیں یا کسی بیماری کی وجہ یا پھر کسی حادثے کے وجہ سے ہوتے ہیں۔

(iv) جسمانی معذوریت(Physical Disability)

سماج میں کچھ بچے ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جو جسمانی طور پر معذور ہوتے ہیں اور اپنا کام خود سے نہیں کر پاتے انہیں ہر کام کے لیے کسی نہ کسی کے سہارے کی ضرورت پڑتی ہے۔اس میں ویسے بچے شامل کئے جاتے ہیں جو ہاتھ یا پیر سے معذور ہوتے ہیں۔اس طرح کی معذوریت پیدائشی، بیماری یا حادثوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔اس طرح کے بچے جسمانی طور پر معذور بچے کہلاتے ہیں۔

(2) ذہنی طور پر معذور (Mental Disability)

ذہنی اعتبار سے ہمیں سماج میں کئی طرح کے بچے دیکھنے کو ملتے ہیں۔کچھ بچے ایسے ملتے ہیں جو ذہنی طور پر اوسط بچوں سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں تو کچھ بچے ایسے بھی ملتے ہیں جو اوسط بچوں سے ذہنی طور پر کمزور ہوتے ہیں۔ذہنی طور پر اوسط سے کمزور بچوں میں ہمیں دو طرح کے بچے دکھائی دیتے ہیں۔

a) اکتسابی معذور بچے اور

b) ذہنی طور پر کمزور بچے

a) اکتسابی معذور۔

اس زمرے میں شامل بچے دیکھنے میں تو عام بچوں کی طرح لگتے ہیں لیکن حقیقت میں ہوتے نہیں ہیں۔ان کی ذہنی صلاحیتیں کم ہوتی ہیں۔یہ پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے میں کمزور ہوتے ہیں اور ان کی اکتسابی صلاحیتیں عام بچوں کی اکتسابی صلاحیتوں سے کم ہوتی ہیں۔ایسے بچوں کو اکتسابی معذور بچہ کہا جاتا ہے۔

b) ذہنی طور پر کمزور۔

ایسے بچے جن کی ذہنی صلاحیتیں عام یا اوسط بچوں سے کم ہوتی ہے ایسے بچوں کو ذہنی طر پر کمزور بچہ کہا جاتا ہے۔اس طرح کے بچوں کا I.Q. 90 سے کم ہوتی ہے۔یہ بچے اکتساب کے درمیان مشکلات کا سامنا کرتے ہیں کیونکہ ان کی اکتسابی صلاحیتیں کمزور ہوتی ہیں۔اس لئے ایسے بچوں کو ذہنی طور پر معذور بچے کہا جاتا ہے۔

(3) معذور (Handicap)

اس میں جسمانی، ذہنی اور دماغی طور پر معذور سبھی طرح کے بچے شامل کیے جاتے ہیں۔کسی بھی بچے کے جسم کا اگر کوئی ایک حصہ بھی خراب ہو جائے یا اسے نقصان پہنچ جائے تو وہ بچہ معذور بچہ کہلاتا ہے۔اس کی ضخامت کو فیصد میں درج کئے جاتے ہیں۔اس طرح کے معذور بچے اپنی زندگی کی ضروریات کے بہت سارے کام با آسانی انجام دیتے ہیں جیسے پیر سے معذور بچہ چل پھر یا دوڑ نہیں سکتا مگر وہ آسانی سے کھا سکتا ہے، مطالعہ کر سکتا ہے وغیرہ ایسے بچوں کو معذور بچہ کہا ہے۔اس طرح کے بہت سے بچے علاج کے ذریعہ عام بچوں کی طرح صحت مند بھی ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی کو معمول کے مطابق بسر کرنے لگتے ہیں۔

1.5 انضمامی تعلیم کا تصور، علیحدگی اور مرکزی دھارے۔

1.5.1 انضمامی تعلیم

انضمانی تعلیم کو مربوط تعلیم بھی کہہ سکتے ہیں۔انضمامی تعلیم اور شمولیاتی تعلیم دونوں کو ایک سمجھا جاتا ہے جبکہ دونوں میں فرق ہے۔انضمامی تعلیمی نظام میں خصوصی بچوں کو خصوصی اسکول میں تعلیم نہ دے کر عام اسکولوں میں عام بچوں کے ساتھ دی جاتی ہے۔یعنی عام بچے اور معذور بچے سبھی کو ایک ساتھ ایک ہی کمرہ جماعت میں تعلیم مہیا کرائی جاتی ہے۔جب عام بچے اور خاص بچے ایک ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں تو اسے انضمامی تعلیم کہا جاتا ہے۔چونکہ انضمامی تعلیم میں عام بچے اور خصوصی بچے ایک ہی اسکول میں ایک ہی کمرہ جماعت میں ساتھ بیٹھ کر ایک ہی معلم کے ذریعہ ایک ہی نصاب سے ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کرتے ہیں۔اس سے دونوں طرح کے بچوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔

انضمامی تعلیم طلبا مرکوز تعلیمی نظام ہوتا ہے۔اس میں نصاب طلبا کو مرکز میں رکھ کر بنایا جاتا ہے۔نصاب بناتے وقت طلبا کی ذہنی صلاحیت، ان کی دلچسپی ،عمر اور بچوں کی نفسیاتی پہلوؤں کو زیرنظر رکھا جاتا ہے۔اس تعلیمی نظام میں سبھی طلبا کے لیے ایک ہی نصاب کی تشکیل دی جاتی ہے۔خصوصی طلباء کے لئے الگ سے نصاب نہیں ہوتے ہیں۔معلم کمرہ جماعت میں درس وتدریس کے درمیان طلبا مرکوز طریقہ تدریس کا استعمال کرتا ہے۔معلم درس وتدریس کے لیے سبق کی منصوبہ بندی طلبا کو مرکز میں رکھ کر بناتا ہے۔معلم درس وتدریس کے درمیان میں کمرہ جماعت میں پڑھنے والے سبھی طلبا کے لیے ایک ہی منصوبہ سبق اور طریقہ تدریس کا استعمال کرتا ہے۔کمرہ جماعت میں پڑھنے والے خصوصی طلبا کے لیے معلم نہ تو الگ سے کوئی منصوبہ سبق بناتا ہے اور نہ ہی کوئی الگ طریقہ تدریس کا استعمال کرتا ہے۔

انضمامی تعلیم میں اسکول کی بنیادی سہولتیں عام طریقے کی ہوتی ہیں۔اس میں خصوصی طلبا کے لیے الگ سے کوئی مخصوص انتظام نہیں کیا جاتا بلکہ خصوصی طلبا کو عام سہولتوں کے ساتھ خود کو ڈھالنا پڑتا ہے۔اس تعلیمی نظام میں خصوصی طلباء کو ہر حال میں عام کمرہ جماعت میں سکونت اختیار کرنا پڑتا ہے۔معلم کمرہ جماعت میں درسی عمل کے درمیان عام تدریسی تکنیک اور عام درسی وتدریسی آلات کا استعمال کرتا ہے۔کمرہ جماعت میں پڑھنے والے خصوصی طلباء کے لئے نہ تو الگ سے کوئی خصوصی تدریسی تکنیک اختیار کی جاتی ہے اور نہ ہی خصوصی تدریسی آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے خصوصی طلبا کو کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اوراس سے ان کی شخصیت کا فروغ فطری طور پر نہیں ہو پاتا ہے۔

انضمامی تعلیم میں جو معلم درسی وتدریسی عمل کا کام انجام دیتے ہیں وہ بھی عام معلم ہوتے ہیں۔اس کی تربیت عام معلم کی حیثیت سے دی ہوئی ہوتی ہے۔ان کی تقرری بھی عام معلم کی حیثیت سے کی جاتی ہے۔یہ اپنا تدریسی عمل کا کام بھی عام طریقے سے کرتے ہیں۔ایسے میں کمرہ جماعت میں پڑھنے والے خصوصی طلبا جو جسمانی، ذہنی، دماغی طور پر کمزور ہوتے ہیں انہیں کافی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جس سے ان کی تعلیمی ترقی پر اثر پڑتا ہے اور ان کی شخصیت کا ترقی اور فروغ عام طلبا کی طرح نہیں ہو پاتا ہے۔جس کی وجہ سے عمومی اور خصوصی طلبا کے درمیان دوریاں بڑھنے لگتی ہیں۔

انضمامی تعلیم میں سبھی طلباء کے لئے ایک ہی طرح کی بنیادی اور درسی وتدریسی سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں۔اس کے علاوہ اس تعلیمی نظام میں ہر نسل، جنس، مذہب اور طبقہ کے بچوں کا داخلہ مربوط اسکول میں کیا جانا لازمی نہیں ہوتا ہے، یعنی سماج کے ہر ایک طبقہ کو اس تعلیمی نظام میں شمولیت حاصل ہونا ضروری نہیں ہے۔اس لئے اس تعلیمی نظام میں دوسرے تعلیمی نظام جیسے خصوصی تعلیمی نظام یا شمولیاتی تعلیمی نظام کے بہ نسبت کم خرچ ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا باتوں سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ انضمامی تعلیمی نظام میں۔

- ☆ خصوصی بچے اور عام بچے ایک ساتھ پڑھتے ہیں۔
- ☆ تعلیم کے مقاصد عام ہوتے ہیں۔
- ☆ عام نصاب کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے۔
- ☆ سبھی طلبا کو ضم کرنا لازمی نہیں ہوتا ہے۔
- ☆ خصوصی بچوں کے لئے مخصوص سہولتیں فراہم نہیں کی جاتی۔
- ☆ خصوصی طلبا کے لیے خصوصی معلم کا انتظام نہیں کیا جاتا۔
- ☆ خصوصی طلبا کے لیے خصوصی تدریسی اشیاء مہیا نہیں کرائی جاتی۔
- ☆ خصوصی طلبا کو ہر حال میں عام کمرہ جماعت میں سکونت اختیار کرنا پڑتا ہے۔
- ☆ عام معلم کے ذریعہ درس وتدریس کا کام انجام دیا جاتا ہے۔

☆ درس وتدریس کا طریقہ کار عام ہوتا ہے۔

1.5.2 علیحدگی تعلیم

اس تعلیمی نظام میں خصوصی بچوں کے لیے تعلیم کا انتظام عام بچوں سے الگ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نظریہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ خصوصی بچے جسمانی، ذہنی اور دماغی طور پر عام بچوں سے الگ ہوتے ہیں اس لیے ان کی تعلیم عام بچوں کے ساتھ نہیں دی جاسکتی۔ ان کے لیے خصوصی اسکول کا انتظام ہونا چاہیے۔ جہاں خصوصی بچوں کے ضروریات کے مطابق سبھی بنیادی سہولتیں موجود ہوں۔ ایسے اسکول میں صرف جسمانی، دماغی، ذہنی طور پر معذور بچوں کو تعلیم دی جانی چاہیے۔ ان دانشوروں کا ماننا ہے کہ اگر خصوصی بچوں کی تعلیم عام بچوں کے ساتھ دی جائے گی تو یہ بچے تعلیمی حصولیابی میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اس لیے ان کے لیے الگ تعلیمی انتظام ضروری ہے اور ان کے لیے خصوصی اسکول قائم کی جانی چاہیے۔ ایسے اسکولوں میں خصوصی تربیت یافتہ معلموں کی تقرری کی جائے، جو اس طرح کے بچوں کے نفسیات اور ضروریات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں۔ علیحدگی تعلیم میں کمرہ جماعت کی تعمیر بھی خصوصی بچوں کی ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے اور ان بچوں کے ضروریات کے مطابق درسی وتدریسی آلات کا انتظام کئے جاتے ہیں۔

1.5.3 مرکزی دھارا کی تعلیم

تعلیم میں مرکزی دھارے کی بات پہلی بار ایک امریکی دانشور Howe نے کیا۔ اس نے اپنی تحقیقی مطالعہ میں سمعی وبصری طور پر معذور کو موضوع بنایا اور اس طرح کے بچوں کو عام بچوں کے ساتھ ہی تعلیم دینے کی وکالت کی تا کہ ان بچوں کی صلاحیتوں کا بھی فروغ عام بچوں کی طرح ہو سکے۔ اس نے عام بچوں اور خصوصی بچوں کے درمیان بغیر فرق کئے سبھی بچوں کو ایک ساتھ ایک ہی کمرہ جماعت میں تعلیم دینے پر زور دیا۔

Wang کے مطابق

مرکزی دھارا سے مراد عام اور خصوصی بچوں کا ایک اسکول کے ماحول میں انضمامی سے ہے، جہاں سبھی بچے سیکھنے کے عام وسائل اور مواقع کا استعمال میں ہر وقت برابری کا حصہ دار ہوتے ہیں۔

مرکزی دھارا کے تعلیم کی خصوصیات۔

مرکزی دھارا کے تعلیم میں مندرجہ ذیل خصوصیات ہوتی ہیں۔

☆ جسمانی طور پر معذور بچوں کی تعلیمی، سماجی، تہذیبی انضمام ہے۔

☆ اسکول میں خصوصی بچوں کے لئے خصوصی انتظام ہوتا ہے۔

☆ درس وتدریس کا کام منصوبہ بند طریقے سے انجام دیا جاتا ہے۔

☆ درس وتدریس کے لئے تربیت یافتہ معلم کی تقرری کی جاتی ہے۔

☆ مرکزی دھارا کے فروغ دینے والی تعلیمی سرگرمیوں کا اہتمام ہوتا ہے۔

☆ اس نظام میں کام کرنے والے معلم کو تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد خصوصی تربیت دینے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

☆ خصوصی بچوں کے والدین کو اسکول کے ساتھ مسلسل رابطہ میں رکھا جاتا ہے۔

☆ اس تعلیمی نظام میں معمولی معذوریت والے بچوں کو ہی عام بچوں کے ساتھ تعلیم دی جاتی ہے۔

☆ کمرہ جماعت میں معلم حسب ضرورت تدریسی طریقہ کار کا استعمال کرتا ہے۔

☆ عام تعلیمی اداروں میں خصوصی بچوں کے لیے ذمہ داریوں کا صاف صاف ہدایت رہتا ہے۔

1.6 یاد رکھنے کے نکات

شمولیاتی تعلیم موجودہ دور کا طلبا مرکوز تعلیمی نظریہ ہے۔اسے جامع تعلیم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے جس کا تصور سبھی کی پہنچ تعلیم تک اور تعلیم کی پہنچ سبھی تک ہے۔اس تعلیمی تصور میں سبھی طرح کے بچے ایک ساتھ ایک ہی اسکول میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ان کا نصاب طلبا مرکوز ہوتا ہے۔اس تعلیمی نظام میں سبھی بچوں جس میں خصوصی اور سماجی، معاشی، تہذیبی طور پر کمزور طبقے کے بچے بھی شامل ہیں، کو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اپنی اپنی شخصیت کو فروغ دینے کے برابر مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔کسی طلباء کے ساتھ کسی بھی طرح کا امتیازی سلوک نہیں برتا جاتا ہے۔سبھی طلبا کو ان کی ضرورتوں کے مطابق ساری سہولتیں مہیا کرائی جاتی ہیں۔سارے تعلیمی منصوبے بچوں کو مرکز میں رکھ کر بنائے جاتے ہیں۔عام معلم کے ساتھ ساتھ خصوصی تعلیم کے ماہرین کی بھی خدمات لی جاتی ہیں۔خصوصی طلبا کی ضرورت کے سارے تدریسی آلہ اور اشیا مہیا کرائی جاتی ہیں۔اس تعلیمی نظریہ سے سماج میں مساوات کو فروغ ملتا ہے اور ملک کی مساواتی ترقی ہوتی ہے۔آج کے دور میں جب" سبھی کے لئے تعلیم "ایک نعرہ اور مشن بن گیا ہے ایسے میں شمولیاتی تعلیم کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

1.7 فرہنگ

معذور	:	مجبور، لاچار
امتیاز	:	فرق کرنا
مساوات	:	برابری
تصور	:	خیال، سوجھ
تابناک	:	روشن، چمکیلا
تقرر	:	ملازمت، مقرر کرنا
افراد	:	فرد کی جمع
وسعت	:	پھیلاؤ
گامزن	:	تیز رفتار، چلنے والا
نافذ	:	لاگو کرنا
ترمیم	:	اصلاح، بدلاؤ
نظام	:	بندوبست کرنا
تصدیق	:	تائید کرنا
منحصر	:	مبنی، موقوف
شناخت	:	پہچان، واقفیت
ضم	:	شامل کرنا
تخلیق	:	پیدا کرنا

1.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں۔

1) شمولیاتی تعلیم کے مفہوم، تصور اور دائرا کار کو تفصیل سے لکھئے؟

2) ایک معلم کی حیثیت آپ اپنے اسکول میں شمولیاتی تعلیم کو کیسے قائم کرینگے۔ ایک خاکہ پیش کریں؟

3) خصوصی تعلیم، مربوط تعلیم اور شمولیاتی تعلیم کے درمیان فرق کو واضح کریں۔ تفصیل سے لکھیں؟

4) آپ کی نظر میں شمولیاتی تعلیم کو کون کون سے عناصر متاثر کرتے ہیں؟ فہرست بنائے۔

1.9 سفارش کردہ کتابیں

1) Jha, M.M. (2002) School without wall: Inclusive Education for all , Oxford Publication.

2) Wingzer, M.A. (1998) The inclusive Movement and Teacher Change: Where are the limits, McGill Journal of Education.

3) Maitra, K. and Saxena, V. (eds) (2008) Inclusive: Issues and Perspective, New Delhi.

4) Ministry of Human Resource Development. (2005). Inclusive Education of Children and youth with disabilities (IECYD), Government of Indian, New Delhi.

5) Alur, M. (1998), Invisible Children: A Study of policy exclusion. A thesis submited for the digree of Philosophy. Department of policy studies,University of London.

6) Peters, S. (2003) Inclusive Education: Achieving Education for all by Including those with disabilities and special education needs. Washington, D.C. World Bank.

7) Alur, Mithu and Michael Bach (eds). (2004) Inclusive Education: From Rhetoric to Reality - The North South Dialoge II. New Delhi.

8) Booth, T. and M. Ainscwo (eds). (1998). From Them to Us :An International Study of Inclusion in Education. London: Routledge.

9) Mittal, S.R.(eds) (2006) Inegrated and Inclusive Education: Kanishka Publiation, New Delhi.

10) Dash, Neena (2012) Inclusive Education: Atlantic Publication, New Delhi

11) Canceptual policy and legal framwork, NCERT, New Delhi www.ncert.nic.in

12) Thakur,J (2016) Inclusive Education, Agrawal publications, agra.

اکائی۔2: مخصوص ضرورتوں کے حامل بچے اوران کا تعلیمی انضمام

Differently abled Children and thier Educational Inclusion

ساخت

2.1 تمہید

2.2 مقاصد

2.3 ذہنی معذور بچے

2.3.1 ذہنی معذور بچوں کے اقسام

2.3.2 ذہنی معذور بچوں کی خصوصیات

2.3.3 ذہنی معذوریت کے اسباب

2.3.4 ذہنی معذور بچوں کی شناخت

2.3.5 ذہنی معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

2.4 بصارت سے معذور بچے

2.4.1 بصارت سے معذور بچوں کے اقسام

2.4.2 بصارت سے معذور بچوں کی خصوصیات

2.4.3 بصارت سے معذوریت کے اسباب

2.4.4 بصارت سے معذور بچوں کی شناخت

2.4.5 بصارت سے معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

2.5 سماعت سے معذور بچے

2.5.1 سماعت سے معذور بچوں کے اقسام

2.5.2 سماعت سے معذور بچوں کی خصوصیات

2.5.3 سماعتی معذوریت کے اسباب

2.5.4 سماعت سے معذور بچوں کی شناخت

2.5.5 سماعت سے معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

2.6 اکتسابی معذور بچے

2.6.1 اکتسابی معذور بچوں کے اقسام

2.6.2 اکتسابی معذور بچوں کی خصوصیات

2.6.3 اکتسابی معذوریت کے اسباب

2.6.4 اکتسابی معذوریت کی شناخت

2.6.5 اکتسابی معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

2.7 یاد رکھنے کے نکات

2.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

2.9 سفارش کردہ کتابیں

2.1 تمہید

اس یونٹ سے قبل آپ نے ذہانت کے تصورات کو تفصیل سے پڑھا ہوگا جس میں آپ کو یہ معلومات فراہم کی گئی ہوں گی کہ معلومات حاصل کرنے کی صلاحیت، کسی شئے کو بہتر طور پر سمجھنے یا فہم کرنے کی صلاحیت، فہم کے بعد عملی زندگی میں استعمال کرنے کی صلاحیت، تجزیہ کرنے کی صلاحیت، کسی شئے کو بہتر طور پر ترتیب کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت اور خوبی و خامی کی بنیاد پر کسی چیز کو جانچنے کی صلاحیت ہی عام زبان میں ذہانت کہلاتا ہے۔تعلیم اور نفسیات کی زبان میں اوپر پیش کیے گیے ان تمام ذہنی صلاحیتوں کو IQ یعنی (Intelligent Quotient) کہا جاتا ہے۔اگر ان تمام صلاحیتوں کے اعتبار سے انسان کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر فرد ایک دوسرے سے منفرد ہے، سب کے سمجھنے کا انداز الگ ہے۔سب کی معلومات حاصل کرنے کی صلاحیت بھی الگ ہے اسی طرح تجزیاتی اور ترتیب کی صلاحیت بھی منفرد ہے۔کسی شخص میں ہر صلاحیت اعلی وافضل ہیں تو کسی شخص میں ادنی و کمتر۔ہم انسان کی انہیں صلاحیتوں کی بنیاد پر مختلف طریقے سے درجہ بندی بھی کرتے ہیں کسی کو اعلی ذہین کہا جاتا ہے تو کسی کو ذہین اور کسی کو اوسط ذہین اسی طرح کسی کو ادنیٰ یا کند ذہن کہا جاتا ہے تو کسی کو احمق کا لقب دیا جاتا ہے۔ماہرین نفسیات نے انسان کی ذہنی کارکردگی وصلاحیت کو مختلف طریقوں سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ ذہنی صلاحیتوں کی درجہ بندی بھی کی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ تمام نظریات سے واقفیت حاصل کیے ہوں گے۔ ایک معلم ذہنی صلاحیت کے اعتبار سے طلبہ کی درجہ بندی کرسکتا ہے اور اسی کے مطابق ان کی رہبری کرسکتا ہے اور مناسب وموزوں طریقہ تدریس کا انتخاب بھی کرسکتا ہے۔جس سے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جاسکے۔ ماہرین نفسیات نے انسانوں کی ذہانت معلوم کرنے کے لیے مختلف آلات اور طریقہ کار ایجاد کیے ہیں جن کی مدد سے ہم مختلف بنیادوں پر اور مختلف ذہنی صلاحیتوں کے اعتبار سے ایک فرد کی ذہانت معلوم کرسکتے ہیں۔ان میں کچھ انفرادی طور پر استعمال کرنے والے طریقہ کار/آلات ہیں تو کچھ گروپ میں استعمال کرنے والے آلات۔اسی طرح کچھ مخصوص صلاحیتوں اور مہارتوں کو بھی معلوم کرنے والے آلات ہیں۔ کچھ تعلیم یافتہ افراد کے لیے بنایے گیے ہیں تو کچھ غیر تعلیم یافتہ افراد کے لیے۔ بہر کیف ہم مختلف اعتبار سے اور مختلف طریقہ کار سے ایک فرد کی ذہانت معلوم کرسکتے ہیں۔ درس وتدریس میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

اس یونٹ میں ہم خصوصی تعلیم کا مفہوم، اس کی فطرت اور دائرہ کار کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ مخصوص ضرورت کے حامل بچے اور ان کے مختلف اقسام کے تعلق سے بھی شناسائی حاصل کریں گے اور جسمانی، ذہنی، جذباتی اور سماجی نقطہ نظر سے ان بچوں کی درجہ بندی بھی کریں گے۔ اور ان تمام خصوصی ضرورت کے حامل بچے جو آپ کے نصاب میں شامل ہیں ان کے بارے میں تفصیلی گفتگو کریں گے۔ ان بچوں میں ذہنی طور پر معذور بچے، جسمانی طور پر معذور بچے، بصارت سے معذور بچے، سماعت سے معذور بچے اور اکتسابی معذور بچے شامل ہیں ان تمام بچوں کی مخصوص خصوصیات کے ساتھ ساتھ ہم آپ کو اعلیٰ ذہین بچے جن کو ہم (Gifted) یا خداداد صلاحیت والے بچے بھی کہتے ہیں ان کے بارے میں بھی بتائیں گے۔ چونکہ اوپر بیان کیے گیے تمام قسم کے بچے اپنی خوبیوں اور خامیوں کے اعتبار سے منفرد ہوتے ہیں اس لیے ان کی ضرورت کے مطابق تعلیمی تنظیم کے لائحہ عمل مرتب کرنے میں جن جن باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا ہے اس پر بھی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی جائے گی۔

2.2 مقاصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ:

- ☆ خصوصی تعلیم کی فطرت و وسعت بیان کر سکیں۔
- ☆ مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کی درجہ بندی کر سکیں۔
- ☆ ذہنی معذور بچوں کی خصوصیات بیان کر سکیں۔
- ☆ مختلف قسم کے جسمانی معذور بچوں کے بارے میں معلومات فراہم کر سکیں۔
- ☆ اکتسابی معذور بچوں کی مخصوص خصوصیات بیان کر سکیں۔
- ☆ خداداد ذہین بچوں کی شناخت کر سکیں۔
- ☆ خداداد ذہین بچوں کے لیے تعلیمی حکمت عملی مرتب کر سکیں۔

2.3 ذہنی معذور بچے (Mentally Retarded Children)

عام زبان میں ہم ان بچوں کو ذہنی طور پر معذور بچے کہتے ہیں جو ذہنی صلاحیت اور استعداد کے لحاظ سے عام بچوں سے کم تر ہوتے ہیں اور یہ فرق اس قدر ہوتی ہے کہ ہم ان کو بہ آسانی پہچان سکتے ہیں۔ اگر تعلیمی اور نفسیاتی نقطہ نظر سے دیکھا جایے تو ایسے بچے جن کی ذہانت یا IQ (Intelligence Quotient) 75 یا 70 سے کم ہوتی ہے۔ IQ کے اعتبار سے عام بچے 90 سے 110 کے درمیان ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ ان بچوں کو آسانی کے ساتھ پہچانا جاسکتا ہے کیونکہ ذہنی معذوریت کے اثرات بچے کی پوری شخصیت پر ہوتا ہے۔ یہ فرق بات چیت کے طور طریقوں سے معلوم ہوسکتا ہے یہ فرق چلنے پھرنے کے انداز سے ہوسکتا ہے یہ فرق ان کے برتاؤ سے بھی محسوس کیا جاسکتا ہے، یہ فرق ان کے کھانے پینے کے طور طریقوں سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ گرچیکہ ذہنی معذوریت کا اثر بچے کی پوری شخصیت پر پڑتا ہے۔ ذہنی معذور بچہ زندگی کے ہر شعبہ جات میں عام ذہنی صلاحیت والے بچے سے پچھڑ جاتا ہے یا پسماندہ ہو جاتا ہے۔ یہ بچے عام بچوں کی طرح بات چیت نہیں کر سکتے، ان کا لب ولہجہ بھی مختلف ہوتا ہے۔ سماجی طور پر بھی یہ بچے عام بچوں سے کافی پیچھے ہوتے ہیں سماجی مہارتیں مثلا ہم آہنگی کی مہارت، گھل مل کر رہنے کی مہارت، اپنے جسم اور کپڑوں کو صحیح طور پر رکھنے کی مہارت وغیرہ کا کافی مقدان ہوتا ہے۔ ذہنی معذوریت کی وجہ سے یہ بچے خود اپنے لیے اپنے خاندان کے لیے اور سماج کے لیے لمحہ فکر بن جاتے ہیں کیونکہ ذہنی معذوریت کی وجہ سے ان کی جسمانی، ذہنی، جذباتی اور سماجی نشونما بری طرح سے متاثر ہوتی ہے۔ اب والدین، سرپرستوں، اساتذہ سماج میں رہنے والے ذمہ دار افراد اور اسکول کی ذمہ داری ہے کہ ان

بچوں کوان کی استطاعت،صلاحیت اورضرورت کے مطابق تعلیم وتربیت کا انتظام کریں تا کہ یہ بچے اپنی ضرورتوں کوخود بخود پورا کرسکیں ایک آزادانہ طور پر زندگی کی گذر بسر کریں اوراپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسروں پر منحصر نہ رہیں۔

ذہنی طور پر معذور بچوں کی تعریفیں (Definitions of Mental Retardation)

اب آیئے ہم آپ کو ماہرین کا حوالہ دیتے ہوئے ذہنی معذوریت کی تعریف پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جسے مختلف ماہر تعلیم ،خصوصی تعلیم کے میدان میں کام کرنے والے ماہرین اور ماہرین نفسیات نے پیش کی ہیں۔

بینڈا (Benda) کے مطابق

ایسے افراد جواپنے کام خود انجام نہیں دے سکتے اور وہ افراد جن کی نگرانی کے لیے دوسرے افراد کی ضرورت ہوتی ہے ہم انھیں ذہنی معذور کہتے ہیں۔

امریکی تنظیم برائے ذہنی معذورین (American Association of Mental Deficiency - AAMD)

ذہنی معذور کی مجموعی زندگی افعال عام حالات میں کم تر ہوتی ہے۔ان کی ہم آہنگی کی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے جونشونما کے ادوار میں رفتہ رفتہ دکھائی دیتی ہے۔

قانون معذورین (1995)

کسی فرد کی نشوونما کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو عمر کے لحاظ سے کم عقلی جیسی خصوصیات کوظاہر کرنا ہی ذہنی معذوری کہلاتی ہے۔

2.3.1 ذہنی معذور بچوں کی اقسام (Types of Mentally Retarded Children)

ماہرین نے ذہنی طور پر معذور بچوں کے مختلف اقسام بتایے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ کارکردگی کے اعتبار سے، ذہانت کے اعتبار سے،نفسیات کے اعتبار سے اور سماجی اعتبار سے ان بچوں کی درجہ بندی کی ہے۔لیکن ہم یہاں آپ کوصرف تعلیمی نقطہ نظر سے ان بچوں کے اقسام کا تذکرہ کریں گے۔

تعلیم حاصل کرنے والے ذہنی طور پر معذور بچے (Educable Mentally Retarded Children)

جیسا کہ نام سے ہی واضح ہو جارہا ہے کہ ذہنی طور پر معذور بچوں کی وہ قسم جو تعلیم حاصل کرسکتی ہے۔اگر IQ کے لحاظ سے دیکھا جایے تو یہ بچے 50 سے 70 IQ والے بچوں کی فہرست میں آتے ہیں۔ہم ان بچوں کو کچھ حد تک تعلیم دے سکتے ہیں جس کی مدد سے وہ کسی چھوٹے موٹے پیشے سے جڑ سکتے ہیں اور کسی دوسرے فرد پر منحصر نہیں ہوں گے۔ان بچوں میں سوچنے سمجھنے،غور وفکر کی صلاحیت وغیرہ کا فقدان ہوتا ہے۔پھر بھی ہم ان کو ان کی دلچسپی،ضرورت اور رجحانات کے مطابق تعلیم فراہم کریں تو اس سے خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکتا ہے یہ بچے بھی عام بچوں کی طرح آزادانہ طور پر زندگی گذر بسر کرسکتے ہیں اور کسی روزگار و پیشے سے منسلک ہوسکتے ہیں۔

تربیت کے قابل ذہنی معذور بچے (Trainable Mentally Retarded Children)

ذہنی معذور بچوں کی یہ وہ قسم ہے جن کی IQ 35 سے 50 کے درمیان ہوتی ہے ان بچوں کے پاس ذخیرہ الفاظ بالکل محدود ہوتا ہے یہ صحیح طور پر بات چیت نہیں کرسکتے اگر جو بات چیت نہیں کرسکتا تو ہم اسکی تعلیم کے بارے میں کیسے سوچ سکتے ہیں۔چونکہ ان بچوں کی سمجھ بوجھ بہت ہی کم ہوتی ہے پھر بھی ہم ان کو اپنی ضروریات زندگی پورا کرنے کے قابل بنا سکتے ہیں جس سے کہ یہ بچے دوسرے افراد خاندان اور لوگوں پر بوجھ نہ بنیں۔اگر ہم انہیں بہتر تربیت دیں تو ہاتھ و پیر سے کام کرنے والی چیزیں مثلاً سلائی،کڑھائی،باغ میں پانی ڈالنا،کرسی بننا وغیرہ کی تربیت حاصل کرسکتے ہیں۔

دوسروں پر منحصر رہنے والے ذہنی معذور بچے (Dependent Mentally Retarded Children)

یہ ایسے بچے ہیں جن کی IQ 25 سے کم ہوتی ہے۔ان بچوں کو ہم محتاج بچے بھی کہتے ہیں اور محتاج وہ ہوتا ہے جو ہر کام کے لیے دوسروں پر منحصر رہتا

ہے۔ان بچوں کی ذہنی معذوریت اس حد تک زیادہ ہوتی ہے کہ وہ اپنا کام بھی خود سے نہیں کر سکتے۔ یہ بچے اپنے جسم کی صفائی ستھرائی بھی نہیں کر پاتے یا خود سے کھانا بھی نہیں کھا سکتے، صحیح طور پر چل پھر نہیں سکتے، گفتگو نہیں کر سکتے اس حد تک کہ کبھی کبھار اپنے آپ کو زخمی بھی کر لیتے ہیں۔اس لیے ان کو سخت نگہ داشت کی ضرورت بھی پڑتی ہے۔ہم ان بچوں کو احمق بھی کہتے ہیں اور احمق وہ ہوتا ہے جس کی پاس دماغ نہیں ہوتا، سوچنے و سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوتی یا نفسیاتی زبان میں IQ نا کے برابر ہو، ان ہی بچوں کو احمق کہا جاتا ہے۔

2.3.2 ذہنی معذور بچوں کی خصوصیات (Characteristics of Mentally Retarded Children)

اس سے قبل ہم آپ کو یہ بتا چکے ہیں کہ تعلیمی نقطہ نظر سے ذہنی معذور بچوں کے تین اقسام ہوتے ہیں تعلیم حاصل کرنے والے، تربیت حاصل کرنے والے اور دوسروں پر منحصر یا محتاج بچے۔ایک معلم کے لیے نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ تمام قسم کے ذہنی معذور پن بچوں کی خصوصیات سے کما حقہ واقف ہوں تا کہ ان کی معذوریت کے لحاظ سے تعلیم یا تربیت کے پروگرام مرتب کیے جا سکیں۔آیئے ہم آپ کو ذہنی طور پر معذور بچوں کی خصوصیات بتاتے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(1) ان بچوں کی IQ 70 اور اس سے کم ہوتا ہے۔

(2) یہ بچے ذہنی صلاحیت مثلاً سوچنے سمجھنے کی صلاحیت، غور و فکر کی صلاحیت، استدلال کی صلاحیت اور مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت بہت کم یا نا کے برابر رکھتے ہیں۔

(3) ان بچوں کی سیکھنے کی صلاحیت بہت سست ہوتی ہے۔وہ کوئی بھی چیز عام بچوں کے مقابلے دیر سے سیکھتے ہیں۔

(4) ان کے اندر ذخیرہ الفاظ بہت محدود ہوتا ہے۔

(5) یہ بچے عام طور پر جذباتی لحاظ سے غیر مستحکم ہوتے ہیں۔

(6) ان کے اندر مطابقت یا ہم آہنگی کی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے۔

(7) ان بچوں میں صرف وہی بچے کچھ حد تک تعلیم حاصل کر پاتے ہیں جن کو ہم تعلیمی طور پر معذور کہتے ہیں یا جن کی IQ 50 سے 70 کے درمیان ہوتی ہے۔

(8) ذہنی معذوریت کی وجہ سے شخصیت کے دوسرے پہلو بھی متاثر ہوتے ہیں۔

(9) ان بچوں کی جسمانی، جذباتی، سماجی وغیرہ نشو و نما بہت سست رفتاری سے ہوتی ہے۔

(10) ان بچوں میں کسی بھی شئے کو یاد کرنے کی صلاحیت بہت کم ہوتی ہے۔

(11) یہ بچے سماجی طور طریقے اور تقاضوں کے لحاظ سے کم پختہ ہوتے ہیں۔

(12) ان بچوں کی شخصیت نامکمل اور ادھوری ہوتی ہے۔

(13) ذہنی معذور بچوں کی حسی نشو نما بھی سست رفتار ہوتی ہے۔

2.3.3 ذہنی معذوریت کے اسباب / وجوہات (Causes of Mentally Retarded Children)

ذہنی معذوریت کے اسباب کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(A) توارث

(B) ماحول

Robinson and Robinson نے اپنی تحقیق کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے کہ تقریباً 50 تا 75 فی صد ذہنی معذوری توارثی ہوتی ہے۔ایک بچہ پیدائشی طور پر 46 کروموزومس (Chromosomes) کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں 23 کروموزومس والد کے ہوتے ہیں اور 23 کروموزومس والدہ کے ہوتے ہیں۔اگر کسی بھی وجہ سے ان کروموزومس کی تعداد میں اضافہ یا کمی ہو جائے تو اس سے ذہنی معذوریت کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

ماحولیاتی اسباب ہم ان اسباب کو کہتے ہیں جن کی شروعات انسانی زندگی کی شروعات سے ہوتی ہے۔اور موت تک جاری وساری رہتی ہے۔اس طرح سے ہم ماحول کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اول۔ پیدائش سے قبل

دوم۔ پیدائش کے وقت

سوم۔ پیدائش کے بعد

پیدائش سے قبل ذہنی معذوریت کے اسباب میں حاملہ خاتون کے تمام جسمانی ، ذہنی ،نفسیاتی، جذباتی حالات وکیفیات اور مختلف بیماریاں شامل ہیں۔اگر ایک حاملہ خاتون جسمانی طور پر صحت مند نہیں ہے اور ہمیشہ ذہنی ونفسیاتی دباؤ کی شکار ہے اور ساتھ ہی ساتھ جذباتی ہیجان سے دوچار ہے اگر اس کی غذا متوازن نہیں ہے۔اس کے علاوہ کچھ مخصوص بیماریاں مثلاً Rubella، Syphilis ،ہائی بلڈ پریشر، دوائیوں کے مضر اثرات ،زہر،فلوفیور،دماغی بخار اور طویل مدتی بیماریاں وغیرہ سے متاثرہ خاتون سے ہونے والے نومولود بچے کے ذہنی نشوونما کو منفی طور پر متاثر کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچے کے ذہنی معذور ہونے کے امکان بڑھ جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں پیدائش کا وقت بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ایک چھوٹی سی غلطی پوری زندگی کو جہنم بنانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔اگر کسی وجہ سے ایک بچے کی ولادت غیر صحت مند ماحول میں ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ پیدائش کے وقت مختلف آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ قبل از وقت اور بعد از وقت ولادت، پیدائش کے وقت آکسیجن کی کمی وغیرہ ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے ذہنی معذوریت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

ذہنی معذوریت کے اسباب میں پیدائش کے بعد والے عوامل ان عوامل کو کہتے ہیں جن کا تعلق انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے۔مثلاً سر کا زخم یا سر کی چوٹ، ریڑھ کی ہڈی کی بیماری، غیر متوازن غذا اور ایک سے زائد بیماریاں وغیرہ شامل ہیں۔

2.3.4 ذہنی معذور بچوں کی شناخت (Identification of Mentally Retarded Children)

ذہنی معذور بچوں کی شناخت مندرجہ ذیل طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

(A) IQ ٹسٹ کے ذریعہ (Intelligence Test)

(B) سوشیومیٹرک طریقہ (Sociometric Technique)

(C) برتاؤ (Adaptive Behaviour)

(D) مشاہدہ (Observation)

(E) کیس اسٹڈی/مطالعۂ احوال (Case Study)

(F) مجموعی رکارڈ (Cummulative Record)

2.3.5 ذہنی معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام (Educational Programme for MRC)

اس سے قبل ہم نے آپ کو مختلف اقسام کے ذہنی معذور بچوں کے بارے میں بتا چکے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ان کی ذہانت یعنی کہ IQ کے

بارے میں معلومات فراہم کیا گیا ہے۔اب آپ بتائیے کہ جب ہم ذہنی معذور بچوں کے تعلیم کی بات کرتے ہیں تو ان میں کون سے بچے آتے ہیں۔اگر آپ کے تعلیمی نقطہ نظر کے اعتبار سے کیے گئے ان بچوں کی درجہ بندی کیا ہوگا تو آپ کا ایک ہی جواب ہوگا اور وہ یہ کہ ایسے بچے جن کی IQ 50 سے 70 کے درمیان ہو ہم ان ہی بچوں کو تعلیم فراہم کرسکتے ہیں۔جی ہاں آپ کا جواب بالکل درست ہے۔تو اب آیئے ہم آپ کو یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم ان بچوں کو تعلیم دیتے وقت کن کن باتوں کا خاص خیال رکھیں گے۔

(1) نصاب تعلیم: چونکہ ان طلبہ کی ذہانت عام بچوں سے کم تر ہوتی ہے جن کی وجہ سے یہ بچے کسی بھی چیز کو سست رفتاری سے سیکھتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان میں سمجھنے اور سوچنے کی صلاحیتیں بھی کم ہوتی۔اس لیے نصاب آسان، سہل اور بنیادی تصورات پر مبنی ہونا چاہیے۔

(2) ان بچوں کو سب سے پہلے بنیادی مہارتوں مثلاً۔ بولنا، پڑھنا، لکھنا سکھانا چاہیے۔ پھر اس کے بعد صفائی ستھرائی، سماجی مہارتوں مثلاً دوسروں کے ساتھ بات چیت کرنے کا طریقہ، رہنے سہنے کا طریقہ، اپنا کام خود سے کرنے کا طریقہ وغیرہ۔غرضکہ تمام ضروریات زندگی کی بنیادی مہارتوں کو سکھانے پر زور دینا چاہیے۔

(3) چونکہ ان بچوں کی ذہنی صلاحیت کم ہوتی ہے اس لیے ہاتھ پیر سے کرنے والے کاموں کی بالخصوص تربیت دینی چاہیے جس سے کہ یہ اپنی ضروریات زندگی خود پورا کرلیں اور ان کے لیے ذریعہ معاش حاصل کرنا آسان ہوجائے۔ان کاموں میں سلائی وگڑھائی اور دوسرے دستکاری کاموں کی لمبی چوڑی فہرست ہے ان کی دلچسپیوں کے مطابق اس مخصوص کام میں آگے بڑھانا چاہیے۔

(4) یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ایک کمرہ جماعت میں 10 تا 15 سے زیادہ طلبہ نہ بیٹھیں یہ اس لیے کہ معلم ان پر خصوصی توجہ دے سکے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی دلچسپیاں الگ الگ میدانوں میں ہوتی ہے اور تیسری ان طلبہ کے سیکھنے کی رفتار بہت سست ہوتی ہے۔جتنی چھوٹی جماعت رہیگی ان کی نگہ داشت اور تربیت بہتر طور پر ہوگی۔

(6) سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان طلبہ کو تعلیم فراہم کرنے کے لیے مخصوص تعلیمی اداروں کا قیام یقینی بنایا جائے۔ ہمارے ملک میں مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کے اسکولوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے جن میں کچھ قومی سطح کے ادارے ہیں تو کچھ ریاستی سطح کے اور ضلع سطح کے۔قانون حق تعلیم کے مختلف سفارشات میں ایک سفارش یہ بھی ہے کہ ہر ضلع میں مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کی تعلیم کے لیے خصوص اسکول قائم کیے جائیں۔ چونکہ اب تعلیم حاصل کرنا ہر بچہ کا بنیادی حق بن چکا اور ہر بچے کو ان کی صلاحیتوں، خوبیوں اور خامیوں کے اعتبار سے تعلیم فراہم کرنا ہے۔

(7) یہ بھی کوشش کرنی چاہیے کہ ان طلبہ کو جس کمرہ جماعت میں تعلیم دینی ہے اس میں ساری بنیادی سہولتیں دستیاب ہوں۔مثال کے طور پر روشنی کا معقول انتظام اور خصوصی فرنیچر وغیرہ جس سے ان کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

اساتذہ کے لیے رہنمایانہ اصول

ان بچوں کو پڑھاتے وقت ایک معلم کو درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

(1) کمرۂ جماعت میں موجود سارے بچوں کی خوبیوں، خامیوں، دلچسپیوں، نفسیات وغیرہ کی مکمل معلومات ہونی چاہیے۔اگر ایک معلم ان تمام خصوصیات کو معلوم کرنے میں کامیاب ہوگیا تو تدریسی فعل بہتر طور پر انجام دے سکتا ہے۔

(2) ایک معلم کو پڑھایے جانے والے مواد مضمون کو اچھی طرح ترتیب دینا چاہیے تاکہ مرحلہ وار پڑھایا جاسکے۔

(3) ایک معلم کو مناسب تدریسی طریقہ کار کا انتخاب کرنا چاہیے جو ہر طلبہ کی دلچسپیوں کے عین مطابق ہو۔

(4) ایک معلم کو صبر و تحمل کا پیکر ہونا چاہیے۔کیوں کہ کبھی کبھی ذہنی معذور بچے ایسی غلطیوں اور حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں جس کی وجہ سے عام معلم

کی صبر کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان طلبہ کو وہی معلمین پڑھا سکتے ہیں جن کے پاس غیر معمولی صبر و تحمل کا مادہ ہے اور وہ خدمت خلق سے لبریز ہوں۔

(5) ایک وقت میں ایک ہی تصور کو پڑھانا چاہیے ورنہ ان بچوں کو سیکھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ریاضی پڑھاتے وقت اگر جوڑ سکھایا جا رہا ہے تو ایک وقت میں صرف جوڑ ہی سکھایا جایے۔

(6) ان بچوں کو پڑھاتے وقت تصورات کو وقتاً فوقتاً دہراتے بھی رہنا چاہیے تاکہ مواد مضمون بہتر طور پر ذہن نشین ہو جایے۔

(7) ان بچوں کو پڑھانے کا وقفہ بہت کم ہونا چاہیے تاکہ ان میں دلچسپی اور توجہ برقرار رہے۔

(8) اگر کوئی بھی طالب علم صحیح جواب دے تو شاباشی دینا نہیں بھولنا چاہیے یہ اس لیے کہ ان میں محرکہ پیدا کیا جایے۔

(9) ان بچوں کو تعلیم دیتے وقت ''خود سے کرنے'' Learning by doing کے اصولوں کی ذہن میں رکھنا چاہیے تاکہ اکتساب بہتر طور پر ہو سکے۔

والدین کا رول (Role of Parents)

(1) والدین کو سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ ان کا یہ بچہ دوسرے بچوں سے الگ ہے اس لیے ان کا موازنہ کبھی بھی دوسرے بچوں سے نہیں کرنی چاہیے۔

(2) والدین کو ہمیشہ ان بچوں کے ساتھ خوش اسلوبی کے ساتھ پیش آنا چاہیے، ان کی غلطیوں کو فراموش کر دینی چاہیے اور ہر وقت ان کو کچھ سیکھنے، کچھ کرنے کی ترغیب اور محرکہ دینا چاہیے۔

(3) والدین کو ہمیشہ ان بچوں کو کوئی نہ کوئی کام کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کرنا چاہیے۔ مثلاً اپنے کپڑوں کو صاف کرنا، گھر کی سجاوٹ کرنا، کھانا بنانا، اپنے ناخن کاٹنا اور اسی طرح گھر کے دوسرے کام تاکہ ان کے اندر زندگی کی بنیادی مہارتوں کو فروغ دیا جا سکے۔

(4) سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ ان بچوں کی تعریف کرنی چاہیے اگر وہ کوئی اچھا کام کرتے ہیں جس سے ان کے اندر مثبت رویہ کو فروغ دیا جا سکے۔

2.4 بصارت سے معذور بچے (Visual Impaired Children)

قدرت کی جانب سے انسانوں کو عطا کردہ بے شمار نعمتوں میں بصارت ایک اہم نعمت ہے۔ اگر اس میں کسی بھی قسم کی نقص آ جائے تو زندگی کا رنگ پھیکا ہو جاتا ہے اور انسان اپنے آپ کو بدنصیب تصور کرنے لگتا ہے۔ اس دنیا میں ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں جو یا تو پیدائشی طور پر اس نعمت سے محروم ہیں یا کسی وجہ سے جس میں حادثات، خرابی صحت یا کسی موزی بیماری کی وجہ سے اپنی بینائی کھودیے ہیں یا اس میں کچھ نقص آ جاتا ہے۔ ہم ان ہی بدنصیبوں کو بصارت سے معذور یا بصارت سے محروم کہتے ہیں۔ بصارت سے معذوریت کو ہم دو طریقوں سے پیش کر سکتے ہیں ایک تو طبی نقطہ نظر سے دوسرے تعلیمی نقطہ نظر سے۔ تو آئیے ہم دونوں نقطہ نظر سے اس کی تعریف پر روشنی ڈالتے ہیں۔

طبی تعریف

طبی سائنس کے مطابق بصارت سے معذوری کی تعریف 20/200 کی پیمانے پر بیان کی گئی ہے یعنی کہ عام بچے اگر کسی شئے کو 200 فٹ کی دوری پر دیکھ سکتے ہیں اگر کوئی بچہ اسی چیز کو صرف 20 فٹ کی دوری سے دیکھ سکے تو ہم اس بچہ کو طبی طور پر بصارت سے معذور کہیں گے۔

تعلیمی تعریف

ایسے بچے جن کو پڑھنے کے لیے آلات کی ضرورت پیش آئے جیسے چشمہ، جلی حروف (موٹے حرف) عدسہ (Lense) وغیرہ یا ایسی کتاب جو موٹے حروف میں لکھی گئی ہو انھیں بچوں کو ہم بصارت سے معذور بچے کہتے ہیں۔

اب آیئے ہم آپ کو ان بچوں کے اقسام کے بارے میں بتاتے ہیں کیونکہ بصارتی عذر مختلف قسم کا ہوتا ہے۔

2.4.1 بصارت سے معذور بچوں کے اقسام (Types of Visual Impairment)

بصارت سے معذور بچوں کو ہم درج ذیل حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

(1) جزوی بصارت سے معذوریت (Partial Visual Impairment)

(2) لونی معذوریت (Colour Blindness)

(3) شب کوری (Night Blindness)

جذوی بصارت سے معذور بچے ان بچوں کو کہتے ہیں جن کی بینائی کمزور ہوتی ہے اور یہ بچے 20/70 - 20/200 کے درمیان والے ہوتے ہیں یعنی کہ اگر ایک عام بچہ کسی چیز کو 200 فٹ کی دوری پر دیکھے اور یہ بچہ 70 فٹ کی دوری سے دیکھ سکتے ہیں۔ بہر کیف تعلیم حاصل کرنے کے لیے ان بچوں کو چشمہ ودیگر آلات کی ضرورت درپیش ہوتی ہے یا ایسی کتابیں پڑھ سکتے ہیں جو موٹے حرف میں لکھی گئی ہو۔

لونی معذوریت یا Colour Blindness اس معذوریت کو کہا جاتا ہے جس میں بچے کچھ بنیادی رنگوں کے فرق کو نہیں پہچان سکتے۔ خصوصیت کے ساتھ یہ بچے لال اور ہرے رنگ وغیرہ کے فرق کو تمیز نہیں کر پاتے۔

شب کوری سے دوچار بچے رات کے اندھرے میں نہیں دیکھ پاتے ہیں یا ان کو دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو ہم ان بچوں کو شب کوری یا Night Blindness کہتے ہیں۔

2.4.2 بصارت سے معذور بچوں کی خصوصیات (Characteristics of VIC)

(1) غیر متوازن شخصیت۔ ان بچوں کی شخصیت عام بچوں کے مقابلے میں غیر متوازن ہوتا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ شخصیت کے مختلف پہلو ہوتے ہیں کچھ تو ظاہری ہیں اور کچھ باطنی۔ چونکہ ہم اپنی زندگی کا تقریبا 70 فیصد معلومات بصارت کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں اور اگر بصارت میں نقص آ جائے تو ہم مختلف معلومات کو حاصل کرنے سے قاصر رہ جائیں گے جس کی وجہ سے ہماری شخصیت کی نشونما پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کچھ پہلو مثلاً۔ جسمانی پہلو غیر متاثر رہتا ہے تو دوسری طرف نفسیاتی اور ذہنی نشونما متاثر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شخصیت میں توازن برقرار نہیں رہ پاتا۔

(2) سماجی عدم مطابقت۔ بصارت سے معذوریت ہمارے دل ودماغ کو منفی طور پر متاثر کرتے ہیں جس کی وجہ سے یہ بچے سماج میں ہم آہنگی پیدا نہیں کر پاتے۔ ہمیشہ کسی نہ کسی طرح کی احساس کمتری میں مبتلا رہتے ہیں۔

(3) سست رفتار لسانی ترقی۔ بینائی میں نقص ہونے کی وجہ سے یہ بچے کتابوں کو پڑھنے سے قاصر رہتے ہیں چونکہ مطالعہ کرنے سے ہمارے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے اور لسانی ترقی تیزی سے وقوع پزیر ہوتی ہے۔ کتابوں کا مطالعہ نہ کرسکنے اور الگ تھلک رہنے کی وجہ سے لسانی ترقی متاثر ہوتی ہے اور محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔

(4) قوت گویائی میں سست رفتار ترقی۔ عام بچوں کے مقابلے بصارت سے معذور بچوں کی زبانی یا گویائی کی ترقی میں سست رفتاری پائی جاتی ہے۔ لسانی ترقی اور گویائی ترقی میں مثبت رشتہ ہوتا ہے اگر لسانی ترقی سست ہے تو گویائی ترقی بھی سست ہوگی اور یہ تیز رفتار ہے دوسری بھی تیز رفتار ہوگی۔

(5) زندگی کے ہر شعبہ میں پسماندہ۔ اکثر وبیشتر یہ دیکھا گیا ہے بصارت سے معذور بچے زندگی کے ہر شعبے مثلاً تعلیمی، سماجی، ذہنی، سیاسی، اقتصادی وغیرہ میں پسماندہ رہ جاتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی زندگی ادھوری یا نامکمل بن کر رہ جاتی ہے۔

2.4.3 بصارتی معذوریت کے اسباب (Causes of Visual Impaired Children)

بصارت سے معذوریت کے حسب ذیل وجوہات ہو سکتے ہیں:

(A) توارثی عوامل ۔ماں باپ کی کمزور بصارت

(B) حاملہ عورت کو ہونے والی مختلف بیماریاں جس میں خصوصیت کے ساتھ روبیلا (Rubella) شامل ہے۔اس کے علاوہ ذیابیطس،سوزاک،سبز موتیا،بصارتی بافت (Tissues) کا نقص وغیرہ۔یہ تمام بیماریاں آنکھ کے ریٹینا(Retina)متاثر کرتے ہیں جس کی وجہ سے بصارت سے معذوریت کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔

(C) متعدی امراض (Infectious Diseases) ،حادثات،زخم،زہریلے اثرات وٹیومروغیرہ بھی بصارت سے معذوریت کے اہم وجوہات ہو سکتے ہیں۔

(D) ماحولیاتی اثرات۔قبل از وقت پیدا ہونے والے بچوں کوIncubatorمیں رکھنے کے دوران بداحتیاطی ہونا۔زائد آکسیجن کی فراہمی۔

2.4.4 بصارت سے معذور بچوں کی شناخت (Identification of Visually Impaired)

(A) طبی جانچ (Medical Test)

Snellen Chart (1)

Opthelmologist (2)

Keynote Telebinoculos (3)

Optometrist (4)

(B) مشاہداتی طریقہ (Observation Method)

(1) آنکھ کا زیادہ ملنا

(2) آنکھوں سے مسلسل پانی کا اخراج

(3) آنکھوں کا لال ہونا

(4) ایک آنکھ بند کر کے دیکھنا

(5) کسی بھی شئی یا کتاب کو بہت قریب سے دیکھنا یا دور رکھ کر پڑھنا

(6) تختۂ سیاہ پر تحریر کو دیکھنے میں دقت محسوس کرنا یا بغل کے ساتھی سے پوچھنا

(7) بار بار پلک کا جھپکنا

(8) اکثر و بیشتر سردرد کی شکایت کرنا

(9) زیادہ دیر تک نہ پڑھ سکنا

2.4.5 بصارت سے معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

چونکہ بصارت سے معذوریت کی نوعیت الگ الگ ہوتی ہے اس لیے ہر اقسام کے بچوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے تعلیمی پروگرام مرتب کرنی چاہیے جوان کی معذوریت کے عین مطابق ہے۔

(1) نابینا بچوں کے لیے بریل (Braille) کا خصوصی انتظام کرنا چاہیے۔

(2) موٹے حروف والے کتابوں کی طباعت کرنی چاہیے جس سے کہ جزوی طور پر بصارت سے معذور بچے بڑھ سکیں۔

(3) جذوی طور پر معذور بچوں کے لیے میگنی فائنگ گلاس (Magnifying Glass) کا انتظام کرنی چاہیے جس کی مدد سے حروف اور الفاظ پہچانے جاسکیں۔

(4) ان بچوں کی تعلیم کے لیے زیادہ سے زیادہ اقامتی درسگاہوں کا قیام کرنا چاہیے۔

(5) ان طلبہ کے لیے جو کمرہ جماعت بنائی جائے اسمیں مختلف وسائل کی فراہمی کی جائے مثلاً چارٹ، ماڈل، Globe ساتھ ہی ساتھ کمرۂ جماعت میں روشنی کا معقول انتظام بھی ہونی چاہیے۔

(6) ان بچوں کو زیادہ سے زیادہ ''کر کے سیکھنے'' پر زور دینا چاہیے جس سے ان کی اکتساب مستحکم ہو سکے۔

(7) ان بچوں کو پڑھانے کے لیے تربیت یافتہ معلم کی خدمت حاصل کرنی چاہیے جو بصارت سے معذور بچوں کی تعلیم وتربیت کے شعبے میں مہارت رکھتے ہوں اور مختلف طریقہ تدریس سے واقف ہوں۔

(8) ان بچوں کو زندگی کی مختلف مہارتوں کی تعلیم دینی چاہیے جس سے یہ خودمختار بن سکیں۔

بصارت سے معذور بچے اور تدریسی حکمت عملیاں

تدریسی فعل انجام دیتے وقت ایک معلم کو حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

(1) ایک معلم کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ تدریس کے وقت ان کی آواز اونچی رہے اور تختہ سیاہ پر جو بھی لکھیں اس کو یہ آواز بلند زبان سے بولیں۔

(2) ان میں بچوں کی تدریس میں ''خود سے کر کے سیکھنے'' پر زور دینی چاہیے تا کہ طلبہ کو راست تجربہ ہو۔

(3) جس طالب علم کی بینائی زیادہ کمزور ہو اس کو اگلی صف میں بٹھایا جائے۔

(4) کمرۂ جماعت میں روشنی کا معقول انتظام ہو۔

(5) تختہ سیاہ پر جو بھی لکھا جائے وہ صاف ستھری خوش خط اور حروف بڑے ہوں۔

(6) ایک معلم کو ہمیشہ رنگین چاک کا استعمال کرنی چاہیے تا کہ طلبہ میں دلچسپی پیدا ہو سکے۔

(7) ان طلبہ کو زیادہ سے زیادہ جسمانی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع فراہم کیا جائے۔

(8) ایک معلم کو ہمیشہ ہمدردی، شفقت ومحبت سے پیش آنا چاہیے اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنی چاہیے۔

(9) طلبہ کے ہر صحیح جواب پر ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے تا کہ ان کے اندر سیکھنے کے جذبے کو پروان چڑھایا جا سکے۔

2.5 سماعت سے معذور بچے (Hearing Impaired Children)

حضرت انسان کو قدرت نے بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے جن میں قوت سماعت ایک عظیم نعمت ہے۔ اسکا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ لیکن اس دنیا میں ایسے بھی افراد موجود ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں اور یہ محرومی یا تو پیدائشی ہے یا کئی ہی دوسری وجوہات جس میں حادثات و بیماری شامل ہیں۔ بہر کیف ایسے بچے جن کی سماعت میں کوئی نقص پائی جائے یا وہ سننے میں مشکلات محسوس کرتے ہوں انھیں سماعت سے معذور بچے کہتے ہیں۔

طبعی تعریف

ایسے بچے جو آواز کی مخصوص ہدّت/ شدت یا اس سے زیادہ نہیں سن سکتے، سماعت سے معذور بچے کہلاتے ہیں۔ یہ بات یہاں یاد رکھنے کی ہے کہ آواز کی ہدّت/ شدت کو Decibel (ڈیسیبل) میں ناپا جاتا ہے۔

اس طرح اگر ہم دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسے بچے جو (dB) 0-20 آواز کی ہدت/ شدت کو سن سکتے ہوں انھیں ہم سماعت کے لحاظ سے عام بچے کہیں گے۔ جبکہ آواز کی ہدت/ شدت 27 (dB) یا اس سے زائد ہونے پر سنائی دیتا ہے انھیں سماعت سے معذور بچے کہتے ہیں اور اگر آواز کی ہدت/ شدت 90 (dB) یا اس سے زیادہ ہونے پر بھی سنائی نہیں دیتا تو ہم ان بچوں کو سماعت سے محروم بچے کہتے ہیں۔

2.5.1 سماعت سے معذور بچوں کے اقسام (Types of H. Impaired children)

سماعت سے معذور بچوں کو معذوریت کی شدت کی بنیاد پر درج بندی کرتے ہیں اور سماعت سے معذوریت کی شدت کو ہم ڈیسیبل (dB) میں ناپتے/ ماپتے ہیں۔ تو آیئے اب ہم سماعت سے معذور بچوں کی درجہ بندی کرتے ہیں۔

(1) کچھ حد تک سماعت سے معذوریت (Mild Impairment): یہ وہ بچے ہیں جن کی سماعت سے معذوری بہت کم ہوتی ہے اور یہ بچے (27 dB - 55 dB) کے دمریان آواز کی کثافت/ ہدت/ شدت کو سن سکتے ہیں۔ یہ بچے زیادہ دوری سے بولی جانے والی آواز نہیں سمجھ سکتے۔ یہ صرف نزدیک سے بولی جانے والی آواز ہی سن پاتے ہیں۔

(2) اوسط حد تک سماعت سے معذوریت (Moderate Impairment): اس ضمرے میں وہ بچے آتے ہیں جو آواز کی ہدت/ شدت (56 dB - 70 dB) کے درمیان سن سکتے ہوں۔ ان بچوں کو سننے کے لیے سمعی آلات کی ضرورت پڑتی ہے یعنی آسان میں یہ بچے ایسی آواز کو ہی سن سکتے ہیں جس کی ہدت 56 سے 70 کے بیچ ہو۔

(3) شدید حد تک سماعت سے معذوریت (Severe Impairment): ایسے بچے جن کی سماعت کی معذوری بہت زیادہ ہوتی ہے اور یہ بچے (71-90 dB) کے درمیان کی ہدت کو سن سکتے ہیں۔ اگر ان بچوں کے کان کے پاس ہم بہت زور سے بولیں تبھی یہ سن سکتے ہیں۔

(4) سماعت سے محروم بچے (Profound Cases): یہ وہ بچے ہیں جن کو ہم عام طور پر بہرہ (Deaf) کہتے ہیں یعنی کہ یہ بچے بالکل نہیں سن سکتے ہیں۔ چونکہ ان بچوں کی سماعت سے معذوریت اس حد تک ہوتی ہے کہ 91 dB یا اس سے اوپر کے آواز کی ہدت کو بھی نہیں سن سکتے۔

2.5.2 سماعت سے معذور بچوں کی خصوصیات (Characteristic of VIC)

(1) ان بچوں کی لسانی ترقی یا بولنے کی صلاحیت بہت سست رفتار سے ترقی پاتی ہے۔

(2) ان طلبہ کے ذخیرہ الفاظ بہت محدود ہوتے ہیں جن کی وجہ سے بات چیت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

(3) اکثر و بیشتر یہ بچے سماجی طور پر عدم مطابقت کے شکار ہوتے ہیں۔

(4) یہ بچے بہت شرمیلے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی تنہائی میں اپنا پسند کرتے ہیں۔

(5) اس کی شخصیت نامکمل ہوتی ہے ہمیشہ ادھورے پن کا احساس ہوتا ہے۔

(6) انفرادی اور سماجی نشو نما میں مسئلہ مسائل سے دوچار ہوتے ہیں۔

(7) تعلیمی میدان میں عدم توجہ کا شکار ہوتے ہیں۔

(8) جذباتی طور پر عام طور سے یہ بچے غیر مستحکم ہوتے ہیں۔

2.5.3 سماعت سے معذوریت کے وجوہات (Causes of Hearing Impaired Children)

سماعت سے معذوریت کے دو اہم وجوہات ہو سکتے ہیں:

(A) توارثی وجوہات۔ خاندانی طور پر والدین کی جانب سے بچوں میں معذوریت کا منتقل ہونا۔

(B) ماحولیاتی وجوہات۔ ماحولیاتی وجوہات ہم ان وجوہات کو کہتے ہیں جن کی شروعات انسانی زندگی کی شروعات سے ہوتی ہے۔ اور موت تک جاری وساری رہتی ہے۔ اس طرح سے ہم ماحول کو تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

اول۔ پیدائش سے قبل

دوم۔ پیدائش کے وقت

سوم۔ پیدائش کے بعد

پیدائش سے قبل سماعتی معذوریت کے اسباب میں حاملہ خاتون کے تمام جسمانی، ذہنی، نفسیاتی، جذباتی حالات وکیفیات اور مختلف بیماریاں شامل ہیں۔ اگر ایک حاملہ خاتون جسمانی طور پر صحت مند نہیں ہے اور ہمیشہ ذہنی ونفسیاتی دباؤ کی شکار ہے اور ساتھ ہی ساتھ جذباتی ہیجان سے دوچار ہے اگر اس کی غذا متوازن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مخصوص بیماریاں مثلاً Rubella، Syphilis، ہائی بلڈ پریشر، دوائیوں کے مضر اثرات، زہر، فلو فیور، دماغی بخار اور طویل مدتی بیماریاں وغیرہ سے متاثرہ خاتون سے ہونے والے نومولود بچے کے ذہنی نشو ونما کو منفی طور پر متاثر کرتے ہیں جس کی وجہ سے بچے کے سماعتی معذور ہونے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔

انسانی زندگی میں پیدائش کا وقت بہت ہی اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ایک چھوٹی سی غلطی پوری زندگی کو جہنم بنانے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے ایک بچے کی ولادت غیر صحت مند ماحول میں ہوتی ہے ساتھ ہی ساتھ پیدائش کے وقت مختلف آلات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قبل از وقت اور بعد از وقت ولادت، پیدائش کے وقت آکسیجن کی کمی وغیرہ ایسے عوامل ہیں جن کی وجہ سے سماعتی معذوریت کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

سماعتی معذوریت کے اسباب میں پیدائش کے بعد والے عوامل ان عوامل کو کہتے ہیں جن کا تعلق انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک ہے۔ مثلاً سر کا زخم یا سر کی چوٹ، ریڑھ کی ہڈی کی بیماری، غیر متوازن غذا اور ایک سے زائد بیماریاں وغیرہ شامل ہیں۔

2.5.4 سماعت سے معذور بچوں کی شناخت (Identification of Hearing Impaired Children)

(A) طبی جانچ کے ذریعہ (Medical Check up)

(B) کیس اسٹڈی کے ذریعہ (Case Study)

(C) مشاہدہ کے ذریعہ (Observation Method)

(1) کان میں مسلسل درد کا رہنا

(2) بہتر سننے کے لیے سر کو ایک جانب موڑنا

(3) ہدایات کی پابندی میں ناکام

(4) سوالات اور احکامات کو بار بار دہرانے کی گزارش کرنا

(5) بولنے والوں کے ہونٹوں پر نظریں گاڑنا

(6) گروہی بحث ومباحثہ میں شرکت سے اجتناب کرنا

(7) بے چینی اور غیر دلچسپی کا اظہار کرتے رہنا

(8) ریڈیو یا ٹیلی ویژن سننے کے دوران آواز اتنی بلند کر دینا جو دوسروں کی سماعت پر گراں گزرے۔

2.5.5 سماعت سے معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

ان بچوں کی تعلیم کے لیے کچھ اہم سہولیات درکار رہتی ہیں۔اس لیے ان کا انتظام کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

(1) سمعی آلات کی فراہمی (Arrangement for Hearing Aids)

(2) تدریس کے لیے مختلف اپروچ (Approaches) کا استعمال جن میں خصوصیت کے ساتھ اورل اپروچ (Oral Approaches) قابل ذکر ہے۔

(3) لپ ریڈنگ (Lip Reading) کی مہارت پر زور دینی چاہیے۔

(4) علاقی زبان (Sign Language) جس میں خصوصیت کے ساتھ انگلی کی مدد سے سیکھنا ہے جسے ہم (Finger Spelling) کہتے ہیں۔

(5) تعلیمی ٹکنالوجی کا استعمال۔جس میں خصوصیت کے ساتھ TV، CCTV وغیرہ شامل ہیں۔

تدریسی حکمت عملیاں (Teaching Strategy)

سماعت سے معذور بچوں کو پڑھاتے وقت درج ذیل امور پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

(1) معلم کو چاہیے کہ وہ اپنی قدرتی آواز میں بولیں، اپنے چہرے کو زیادہ اِدھر اُدھر نہ گھمائیں۔

(2) ایک معلم کو یہ چاہیے کہ بولتے وقت اِدھر اُدھر نہ گھومیں۔

(3) معلم کو چاہیے کہ تختہ سیاہ پر لکھتے وقت خاموش رہیں۔

(4) ایک معلم کو چاہیے کہ طلبہ کے قریب کھڑے رہیں اور یہ دوری 6 فٹ سے زیادہ نہ ہو۔

(5) تدریسی فضا بالکل پرسکون اور آواز سے پاک صاف ہونی چاہیے۔

(6) طلبہ ہمیشہ بچوں کو سوالات پوچھنے کے لیے آمادہ کرتا رہے۔

(7) الفاظ یا جملوں کو بولتے وقت بار بار دہرانا چاہیے۔

(8) ایک معلم کو یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آسان الفاظ اور جملے استعمال کریں۔

(9) جہاں تک ممکن ہو سکے بصری آلات کا زیادہ سے زیادہ استعمال کریں۔

(10) سماعت سے معذور بچوں کو ہمیشہ کھیل کود، ڈراما و موسیقی وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی ترغیب دینی چاہیے۔

2.6 اکتسابی معذور بچے (Learning Disabled Children)

اس دنیا میں ایسے بے شمار بچے ہیں جو جسمانی اعتبار سے، ذہنی اعتبار سے جذباتی اعتبار سے، سماجی و اخلاقی اعتبار سے عام بچوں کی طرح ہی ہوتے ہیں لیکن ان کو سیکھنے میں یا اکتساب کرنے میں دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ بچے اپنی تعلیمی کارکردگی میں عام بچوں سے پیچھے رہ جاتے ہیں جس کی وجہ سے یہ زندگی کے اور دوسرے بھی شعبہ جات میں پسماندگی کے شکار ہو جاتے ہیں اور ان کی شخصیت مکمل طور پر نشو ونما نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے ہی بچوں کو ہم تعلیمی نقطۂ نظر سے اکتسابی معذور بچے کہتے ہیں۔

کرک (Kirk - 1963) کے مطابق۔ایسے بچے جو سننے میں، بولنے میں، پڑھنے میں اور بات چیت کرنے میں مسئلہ مسائل سے دو چار ہوتے ہیں ہم انہیں ہی اکتسابی معذور بچے کہتے ہیں۔

National Advisory Committee on Handicapped Children (NACHD) USA-1986 کے مطابق اکتسابی معذور بچے ایک یا ایک سے زائد نفسیاتی عمل میں بے ترتیبی یا مشکلات کا سامنا کرتے ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ زبان کو بولنے اور سمجھنے میں ہے۔ یہ بے ترتیبی ان کے سننے میں سوچنے میں، بات چیت کرنے میں، پڑھنے میں لکھنے میں، ہجے کرنے میں اور ریاضی میں ہوتی ہے۔

اوپر دیے گیے دونوں تعریفوں کو پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں اکتسابی معذوری کا تعلق لکھنے، پڑھنے، بولنے اور سننے سے ہے اور یہ چاروں زبان کی بنیادی مہارتیں کہلاتی ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اکتسابی معذور بچے ان بنیادی مہارتوں میں بے ترتیبی کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی کہ صحیح طور پر سن نہیں پاتے، صحیح طور پر بول نہیں پاتے، صحیح طور پر پڑھ نہیں پاتے اور صحیح طور پر لکھ بھی نہیں پاتے۔

2.6.1 اکتسابی معذور بچوں کے اقسام (Types of Learning Disabled Children)

اکتسابی معذور بچوں کے اقسام درج ذیل ہیں:

(A) Auditory Processing Disorder (APD)

(B) Dyscalculia

(3) Dysgraphia

(4) Dyslexia

(5) Language Processing Disorder

(6) Non-Verbal Learning Disabilities

(7) Visual Perceptual/Visual Motor Deficit

(8) Attention Deficit/ Hyperactivity Disorder(ADHD)

2.6.2 اکتسابی معذور بچوں کی خصوصیات (Characteristics of LDC)

اکتسابی معذور بچوں کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

(1) یہ بچے سننے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے میں بے ترتیبی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

(2) زبانی پیغام کو سمجھنے اور یاد کرنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔

(3) پڑھتے یا لکھتے وقت لفظوں یا سطروں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(4) دائیں بائیں، اوپر نیچے کے فرق کو نہیں سمجھ پاتے

(5) ریاضی کے نمبروں کو اکثر الٹا لکھتے ہیں مثلاً 16 کو 61، 39 کو 93 وغیرہ

(6) ریاضی کے نشانات یا علامات مثلاً < > ، ÷ – ، × + کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔

(7) بہت جلدی منتشر ہو جاتے ہیں۔

(8) کسی ایک عمل پر توجہ مرکوز کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں جو نیچے دی جا رہی ہیں جن کو ٹاسک فورس (Task Force) نے 1966ء میں دی ہیں۔

(1) یہ بچے جذباتی طور پر غیر متوازن رہتے ہیں۔

(2) یہ بچے غیر ضروری حرکات و سکنات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

(3) ان کی جسمانی اعضاء کے درمیان تال میل میں فرق ہوتا ہے۔

(4) عدم توجہ کا شکار ہوتے ہیں۔

(5) یادداشت اور حافظہ میں عدم توازن ہوتا ہے۔

(6) سننے اور بولنے میں بے ربطگی پائی جاتی ہے۔

(7) ان بچوں میں مخصوص اکتسابی معذوریت پایا جاتا ہے۔

2.6.3 اکتسابی معذوریت کے اسباب / وجوہات (Causes of Learning Disability)

اکتسابی معذوریت کے اسباب کو مجموعی طور پر ہم تین حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(A) عضلاتی (Organic)

(B) جینیاتی (Genetic)

(C) ماحولیاتی (Environmental)

☆ عضلاتی وجوہات کے مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

(1) تیز بخار (High Fever)

(2) سر کی چوٹ (Head Injury)

(3) قبل از وقت پیدائش (Pre-Mature Birth)

(4) آکسیجن کی کمی (Anoxia)

(5) جسمانی نقائص (Physical Disability)

☆ جینیاتی وجوہات کے درج ذیل اقسام ہیں:

(1) ٹرنرس سنڈروم (Turners Syndrome)

(2) خاندانی اثرات جس میں Hyper activity خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے۔

☆ ماحولیاتی وجوہات کے درج ذیل اقسام ہیں:

(1) نشہ آور ادویات کا استعمال

(2) شراب نوشی

(3) خسرہ (Measles)

(4) آکسیجن کی کمی

(5) پیدائشی زخم

(6) ناکافی و ناقص ہدایات

2.6.4 اکتسابی معذوریت کی شناخت (Identification of Learning Disability)

اکتسابی معذوریت کی شناخت ہم دو طریقوں سے کر سکتے ہیں:

(A) ٹسٹ کے ذریعہ (Testing Technique)

(1) Norm Reference Test

(2) Criterian Reference Test

(3) Process Test

(4) Intelligence Test

(5) Information Reading Inventory

(B) مشاہداتی طریقہ (Observation)

(1) بات چیت اور عمل میں غیر متوازن رویہ

(2) کسی ایک عمل میں توجہ مرکوز کرنے پر ناکامی

(3) بہت جلد منتشر ہو جانا

(4) لکھنے / پڑھنے میں بے ترتیبی کا مظاہرہ کرنا

(5) دائیں/بائیں اوپر/نیچے میں فرق نہ کر پانا

(6) زبانی پیغام کو سمجھنے اور یاد کرنے میں دشواری کا پایا جانا

(7) لفظوں میں حروف کو کم / زیادہ یا بے ترتیبی کا مظاہرہ کرنا

(8) پڑھنے اور لکھنے کے دوران سطروں کو چھوڑ دینا

(9) ریاضی کے نمبروں کو الٹا لکھنا مثلاً۔12 کو 21، 25 کو 52 وغیرہ

(10) ریاضی کی نشانیوں یا علامات میں فرق نہ کر پانا۔مثلاً" x + " اور " ÷ - " وغیرہ

2.6.5 اکتسابی معذور بچوں کے لیے تعلیمی پروگرام

ان بچوں کی تعلیم میں درج ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

(1) خصوصی اسکول کا اہتمام

(2) خصوصی جماعت کا اہتمام

(3) عام بچوں کے ساتھ تعلیم

اکتسابی طور پر معذور بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں ماہرین کی الگ الگ رائے ہیں۔کچھ ماہریں کا یہ کہنا ہے کہ ان بچوں کی تعلیم کے لے علیحدہ خصوصی اسکولوں کا قیام یقینی بنانا چاہیے۔دوسری جانب کچھ ماہرین کی یہ رائے ہے کہ عام اسکول کے احاطہ میں ہی ان بچوں کے لیے خصوصی جماعت یا Special Class کا انتظام کرنی چاہیے جوان کی خصوصیت کے عین مطابق ہو۔ماہرین کی تیسری قسم اس بات پر متفق ہے کہ ان بچوں کو کسی بھی قسم کی علیحدہ اسکول یا جماعت کی ضرورت ہے ان کو عام بچوں کے ساتھ ہی تعلیم دینی چاہیے جو کہ نفسیاتی اور سماجی لحاظ سے مناسب ہے ورنہ ان بچوں میں ایک ناپسندیدہ احساس جنم لینے کا خدشہ رہیگا۔بہر کیف اس معاملہ میں بہت حساس رہنے کی ضرورت ہے اور کسی بھی فیصلہ کو کرنے سے قبل غور وغوض ضروری ہے۔

تدریسی طرز رسائیاں (Teaching Approaches)

ان بچوں کودرج ذیل تدریسی اپروچیز کی مدد سے تعلیم دینی چاہیے۔

(1) Basal Teaching Approach

(2) Phonic Approach

(3) Language Experience Approach

ان کے علاوہ بھی متعدد Approachs ہیں جن کا استعمال اکتسابی معذور بچوں کی تعلیم کے لیے کیا جاسکتا ہے۔

تدریسی حکمت عملیاں (Teaching Strategies)

(1) ایک معلم کو یہ چاہیے کہ تدریسی فعل انجام دیتے وقت مختلف تدریسی اپروچیز کا استعمال کریں جو طلبہ کی ضرورت کے مطابق ہوں۔

(2) ان بچوں کو پڑھانے کے لیے کم وقفہ رکھنا چاہیے کیونکہ زیادہ دیر تک توجہ نہ دے سکتے۔

(3) لکھتے وقت اہم نکات کے نیچے نشان لگانا چاہیے۔

(4) پڑھاتے وقت ہمیشہ تدریسی آلات کا استعمال کرنا چاہیے۔

(5) تدریس کے اختتام پر سوال وجواب کی نشست رکھنی چاہیے تا کہ اعادہ کیا جاسکے۔

(6) ان بچوں کو ہمیشہ چھوٹی گروپ میں پڑھانا چاہیے۔

(7) معلم کی طرف سے ہمیشہ حوصلہ افزائی اور محرکہ کا استعمال کرنی چاہیے۔

2.7 یاد رکھنے کا نکات

☆ خصوصی تعلیم سے مراد ایسی تعلیم نظام جو مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کی خوبیوں، خامیوں، ضروریات دلچسپیوں اور رجحانات وغیرہ کو مدنظر رکھ کر ایک خاص قسم کے نصاب اور طریقہ کار کا استعمال کرتے ہوئے تعلیم دی جائے۔

☆ مخصوص ضرورت کے حامل بچوں سے مراد ایسے بچے جو جسمانی، ذہنی، جذباتی وغیرہ اعتبار سے عام بچوں سے اس قدر الگ ہوں کہ انھیں خصوصی تعلیم کی ضرورت درپیش آئے۔ یہ بچے عام بچوں کے ساتھ تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔

☆ مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کو ہم جسمانی طور پر، ذہنی طور پر، جذباتی طور پر اور سماجی طور پر درجہ بندی کر سکتے ہیں۔

☆ ایسے بچے جن کی IQ 70 سے کم ہوتی ہے اور ذہنی صلاحیتوں، سوچنے سمجھنے، فہم وادراک اور مسائل وغیرہ کو حل کرنے کی صلاحیت میں عام بچوں سے کم تر ہوتے ہیں، ہم انھیں ذہنی معذور بچے کہتے ہیں۔

☆ تعلیمی نقطہ نظر سے ذہنی معذور بچوں کے اقسام۔ تعلیم حاصل کرنے والے، تربیت حاصل کرنے کے قابل اور دوسروں پر منحصر رہنے والے بچے ہیں۔

☆ ایسے بچے جن میں عضلاتی طور پر ہڈیوں کی بناوٹ یا جوڑوں میں بے ربطگی پائی جاتی ہے جسمانی معذور بچے کہلاتے ہیں۔

☆ ایسے بچے جو آواز کی مخصوص شدت یعنی کہ ڈسیبل (dB) پر نہیں سن سکتے اگر یہ بچے 27 dB یا اس سے زیادہ ہدت/شدت پر ہی سن سکیں تو ہم انہیں سماعت سے معذور بچے کہتے ہیں۔

☆ جو بچے بولنے میں، پڑھنے میں، لکھنے میں، بات چیت کرنے میں اور ریاضی میں بے ترتیبی کا مظاہرہ کرتے ہیں ہم ان بچوں کو اکتسابی معذور بچے کہتے ہیں۔

☆ ایسے بچے جن کی ذہانت 125 یا اس سے زیادہ ہو اور کسی بھی مخصوص میدان میں غیر معمولی یا اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ہم ان ہی بچوں کو فطین، گفٹڈ، اعلیٰ ذہین غیر معمولی ذہین، خداداد صلاحیت والے بچے کہتے ہیں۔

☆ مخصوص ضرورت کے حامل بچوں کو ان کی صلاحیت، خوبی، خامی، دلچسپی، ضرورت، رجحان وغیرہ کے عین مطابق تعلیم فراہم کرنی چاہیے تاکہ ہر بچہ اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے تعلیم حاصل کر سکے اور سماج ملک وقوم کی خدمت میں اپنا اہم رول ادا کر سکے۔

2.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں۔

طویل جوابی سوالات

1۔ مخصوص تعلیم کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے اس کی فطرت اور دائرہ کار کو تفصیل کے ساتھ بیان کیجئے۔

2۔ خصوصی ضرورت کے حامل بچوں سے کیا مراد ہے؟ مختلف بنیادوں پر خصوصی ضرورت کے حامل بچوں کی درجہ بندی کیجیے۔

3۔ کن بچوں کو ہم خداداد صلاحیت والے بچے کہتے ہیں۔ ان بچوں کی تعلیمی پروگرام مرتب کرتے وقت ہمیں کن کن امور کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

4۔ ذہنی معذور بچوں سے کیا مراد ہے؟ ان بچوں کی دجرہ بندی کیجئے۔ ذہنی معذور بچوں کی تعلیم کے حکمت عملیاں مرتب کیجیے۔

مختصر جوابی سوالات

1۔ کن بچوں کو ہم اکتسابی معذور کہیں گے۔ ان بچوں کی خصوصیات بیان کیجیے۔

2۔ جسمانی معذوریت سے کیا مراد ہے؟ جسمانی معذور بچوں کی ذہنی اور نفسیاتی خصوصیات واضح کیجیے۔

3۔ ذہنی معذور بچوں کے اقسام بیان کیجیے۔

4۔ آپ گفٹڈ/ خداداد صلاحیت والے بچوں کی شناخت کیسے کریں گے۔

5۔ بصارت سے معذور بچوں کی طبی اور تعلیمی تعریف بیان کرے ہوئے ان کی خصوصیات واضح کیجیے۔

6۔ سماعت سے معذور بچوں کی درجہ بندی کیجئے۔

معروضی سوالات

1۔ درج ذیل میں کن بچوں کو مخصوص ضرورت کے حامل بچے کہیں گے۔

(a) غیر معمولی ذہین بچوں کو

(b) ذہنی معذور بچوں کو

(c) جسمانی معذور بچوں کو

(d) ایسے بچے جو عام بچوں سے الگ ہوں

2۔ عام بچوں کی ذہانت یا IQ ہوتی ہے۔

(a) 50 سے 75 کے درمیان

(b) 75 سے 90 کے درمیان

(c) 90 سے 110 کے درمیان

(d) 110 سے 130 کے درمیان

3۔ Cascade Model کو پیش کرنے والے کا نام ہے

(a) ٹرمین

(b) ڈینو

(c) اسکینر

(d) ٹیلر

4۔ ایسے بچے جو 71 bD سے 90 dB کے درمیان آواز کی ہدت کو سن سکتے ہوں ہم انہیں کہیں گے۔

(a) کچھ حد تک سماعت سے معذور بچے

(b) اوسط حد تک سماعت سے معذور بچے

(c) شدید حد تک سماعت سے معذور بچے

(d) سماعت سے محروم بچے

5۔ ذہنی معذور بچوں کی ذہانت IQ ہوتی ہے۔

(a) 25 سے کم

(b) 35 سے 50 کے درمیان

(c) 50 سے 75 کے درمیان

(d) 70 یا 75 سے کم

2.9 سفارش کردہ کتابیں

- ڈاکٹر آفاق ندیم، سید معاذ حسین (2014) ''تعلیمی نفسیات کے پہلو'' ایجوکشین بک ہاوس، علی گڑھ
- پروفیسر محمد شریف خان (2004) ''جدید تعلیمی نفسیات'' ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ
- مسرت زمانی (2001) ''تعلیمی نفسیات کے نئے زاویے'' ایجوکیشن بک ہاؤس، علی گڑھ

- Chauhan, S.S (1995) Advanced Educational Psychology. Vikas Publishing House PVT LTD. N Delhi
- Mangal, S .K (1991). Educational Psychology. Prakash Brothers Educational Publishers, Ludhiana
- Sahu, B K (1993). Education of the Exceptional Children. Kalyani Publishers, N Delhi

اکائی۔3 سماج کے محروم و پسماندہ طبقات اور ان کی تعلیم

Excluded/ Marginalized Sections of the Society and their Education

ساخت

3.1 تمہید

3.2 مقاصد

3.3 خواتین (Women)

3.3.1 خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) سماجی رسوم اور روایتی طرز کے رویہ جات

(2) اندرون خانہ لڑکی کی افادیت

(3) لڑکیوں کے لیے مناسب اسکولوں کا نہ ہونا

(4) مخلوط تعلیمی ادارے

(5) عدم تحفظ کا احساس

(6) بچہ مزدوری

(7) تعلیم کے دیرپا فوائد سے لاعلمی

(8) غربت اور افلاس

(9) والدین میں تعلیمی شعور کا فقدان

(10) بیٹیوں کے لیے غیر متوازن ترجیحات

(11) خواتین اساتذہ کی کمی

3.3.2 لڑکیوں کی تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت عملی

(1) بیداری برائے تعلیم نسواں

(2) اسکول میں تحفظ کی ضمانت

(3) اسکول کے لچیلے اوقات کار

(4) معاونت وکفالت:

(5) نسواں اسکول کا قیام

(6) خواتین اساتذہ کی تقرری

(7) تعلیم کے فوائد سے آگاہی

(8) غیر رسمی تعلیم ومتبادل اسکول

3.4 درجِ فہرست ذاتوں (SC) کے طلبہ کی تعلیم

3.4.1 تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) خاندانی اور معاشی پسماندگی

(2) ذات پرمبنی تفریق

(3) گھر کے کام میں بچوں کی کثرت سے مشغولیت

(4) خاندان کا تعلیمی موقف

(5) اسکول میں مناسب ماحول کا فقدان

(6) کمزور وغیر مناسب بنیادی ڈھانچہ

(7) سماجی دوریاں

3.4.2 درجِ فہرست ذات کی تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت عملی

(1) تعلیم کے فروغ کے لیے چلائی جانے والی اسکیموں کا صحیح نفاذ

(2) لچکدار نصاب اور مواد مضمون

(3) اسکول کی سہولیات میں بہتری

(4) اساتذہ کو کثیر الثقافت علوم کی تربیت

(5) اساتذہ میں تدریسی استعداد اور صلاحیتوں کی تربیت

(6) درجِ فہرست ذات کے اساتذہ کی بہتر نمائندگی

3.5 درجِ فہرست قبائل

3.5.1 درجِ فہرست قبائل کے تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) ذریعہ تعلیم اور بچہ کی مادری زبان کا مسئلہ

(2) اساتذہ کا نامناسب رویہ

(3) تدریسی طریقۂ کار سے مطابقت کی کمی

(4) فطرت سے دور اسکول

(5) اساتذہ کا ان کی مادری زبان سے نابلد ہونا

(6) اسکول کے مروجہ طریقہ کار سے نابلد

3.5.2 درجِ فہرست قبائل کے تعلیم میں شمولیت کی حکمت عملی

(1) قبائلی زبانوں و بولیوں میں نصابی کتب کی فراہمی

(2) اساتذہ کے لیے مخصوص تربیتی پروگرام

(3) قبائلی سماج اور عظیم شخصیتوں کی نصاب میں نمائندگی

(4) آشرم اسکولوں کا قیام

(5) تعلیمی فیصلوں میں قبائلی افراد کی شمولیت

(6) درجِ فہرست قبائل مرتکز علاقوں میں تعلیم اور تعلیمی سہولیات کو مشتہر کرنا

(7) درجِ فہرست قبائلی مرتکز علاقوں میں اسکول حاضری کی نگرانی رکھنا

3.6 اقلیت

3.6.1 مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) غربت و افلاس اور معاشی مسائل

(2) روایت پرستی و تنگ نظری

(3) والدین کی ناخواندگی

(4) فرقہ وارانہ کشیدگی اور عدم تحفظ

(5) پیشہ

(6) اقلیت زدہ فکر

(7) مخفی نصاب

(8) تفریق

(9) علماء اور مذہبی رہنماؤں کا تعلیم کے تئیں منفی رویہ

3.6.2 تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت ہائے عملی

(1) تعلیم کے تئیں مثبت رویہ پیدا کرنے کی کوشش

(2) مدارس کے نصاب کو وسعت بخشنا

(3) تعلیم نسواں پر زور

(4) اقلیت کی تعلیمی اسکیموں کا مناسب نفاذ

(5) تعلیم کی تشہیر و اشاعت میں علماء اور مذہبی رہنماؤں کی شمولیت

(6) تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع بڑھانا

3.7 یاد رکھنے کے نکات

3.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں

3.9 سفارش کردہ کتابیں

3.1 تمہید

ہندوستان میں تعلیم سے محروم طبقے کا بڑا حصہ لڑکیوں، اقلیت، درج فہرست ذات اور قبائلی افراد پر مشتمل ہے۔ دستور ہند میں مختلف ریاستوں میں پائی جانے والی مختلف ذات اور قبائل کو درج فہرست قبائل کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے۔ درج فہرست قبائل کے طلباء درج فہرست ذاتوں کے مقابلہ نسبتاً زیادہ پچھڑے پن اور الگ تھلگ ہوتے ہیں کیونکہ عام طور پر بہت ہی دور دراز علاقوں میں قیام پذیر ہوتے ہیں۔ آج بھی کافی لوگ اپنے مخصوص اور روایتی طرز رہائش کے ساتھ پائے جاتے ہیں جن کو مروجہ زبان میں قبائلی علاقہ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف اقتصادی حالات کے تحت اور مخصوص تاریخی، ثقافتی، قانونی اور مذہبی عوامل کے اثرات کے تحت جنس پر مبنی عدم مساوات محرومی کی ایک اہم وجہ رہی ہے۔ عورتوں کو خاص طور سے تعلیم، ملازمت اور سماج میں ساجھے داری سے محروم رکھا جاتا رہا ہے۔

3.2 مقاصد

اس اکائی کے اختتام پر آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

☆ خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب کو بیان کر سکیں۔

☆ درجِ فہرست ذاتوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب کی وضاحت کر سکیں۔

☆ درجِ فہرست قبیلوں میں تعلیمی پسماندگی کے اسباب کو بیان کر سکیں۔

☆ اقلیت اور خاص طور پر مسلم اقلیت کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب بیان کر سکیں۔

☆ خواتین، درجِ فہرست ذات وقبائل اور اقلیتوں کی تعلیم میں شمولیت کی حکمت ہائے عملی تحریر کر سکیں۔

3.3 خواتین

کسی بھی سماج کی ترقی اس کی خواندگی، تعلیم کی سطح اور عورتوں کے حالات سے پتا چلتا ہے۔ عورتوں کی بااختیاری کے لیے تعلیم ایک اہم آلہ تصور کیا جاتا ہے۔ تعلیم نہ صرف عورتوں کی زندگی اور دنیا کے تئیں نظریہ بدلتی ہے بلکہ ان کے روزگار کے مواقع میں اضافہ اور ان کو سماجی، معاشی اور نفسیاتی طور پر بااختیار بناتی ہے۔ تعلیم زندگی کے معیار کو بہتر کرتی ہے اور بلاشبہ صحت اور شخصیت پر مثبت اثر انداز کرتی ہے۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں خواندگی کی شرح 74.04% ہے، جس میں عورتوں کی خواندگی کی شرح 65.46% ہے جبکہ مردوں کی خواندگی کی شرح 80% فیصد زیادہ ہے۔ وزارت انسانی ترقی اور بہبود نے 14-2013ء کے سروے کے مطابق بتایا کہ 33% لڑکیاں ابتدائی تعلیم مکمل کرنے سے قبل ہی اسکول چھوڑ دیتی ہیں۔ تعلیم میں یہ ضیاع خود ہی ایک بڑا سوال ہے کہ کیا وجوہات ہیں کہ لڑکیاں تعلیم کی طرف رجوع نہیں ہو پا رہی ہیں اور اسکول آنے کے بعد بھی درمیان میں ہی تعلیم چھوڑ دیتی ہیں آخر کس وجہ سے وہ ابھی بھی تعلیمی طور پر پسماندہ گروپ کا ایک بڑا حصہ بنی ہوئی ہیں۔ یہ بھی ایک بڑا سوال ہے کہ وہ کون سی وجوہات واسباب ہیں جو ان کے حصول تعلیم میں حائل ہو رہے ہیں۔ آگے کے صفحات میں ہم انہیں اسباب پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

3.3.1 خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) سماجی رسوم اور روایتی طرز کے رویہ جات

اگر لڑکیوں کی تعلیمی صورت حال کا تجزیہ کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ سماجی رسوم اور روایتی طرز کا رویہ اس صورت حال کی اہم وجہ ہے۔ یہ ایک عام نظریہ ہے کہ لڑکی کو گھر سنبھالنا ہے اس کے لیے اعلیٰ تعلیم کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا اگر گہرائی سے جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کی جڑیں بہت نیچے دراصل کام کی تقسیم کے اصول میں پائی جاتی ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے خلاف عام طور پر دی جانے والی کسی بھی دلیل پر غور کیا جائے تو اس کی بنیاد میں دائرہ کار کی تقسیم ہی نظر آئے گی۔ اس کے لیے اس بے بنیادی تصور کو جڑ سے اکھاڑنا پڑے گا۔ لڑکیوں کی تعلیم کے سلسلے میں منفی رویہ کی دوسری بنیادی وجہ یہ روایت ہے کہ عورتیں صنف نازک ہیں اور کمزور ہوتی ہیں۔ یہ تصور احساس تحفظ کو جنم دیتا ہے اور اسی لیے انہیں گاؤں سے باہر اسکولوں میں نہیں بھیجا جاتا۔ یعنی تعلیمی پسماندگی کے اسباب ہمارے سماج میں موجود غلط روایتی تصورات میں پیوست ہیں۔ جس کے لیے ایک عوامی تحریک کی ضرورت ہے۔

(2) اندرون خانہ لڑکی کی افادیت

لڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی میں ایک اہم رکاوٹ ان کی خود اپنی افادیت ہے۔ والدین اور دوسرے اہل خانہ بچپن سے ہی لڑکیوں پر گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیتے ہیں، جیسے چھوٹے بہن بھائیوں کو سنبھالنا اور ان کی دیکھ بھال کرنا، کھانا پکانا اور گھر کے دیگر کاموں کو کرنا۔ قبائلی اور دیہی علاقوں میں لڑکیاں پانی بھرنے، جلانے کے لیے لکڑیاں چننے اور جانوروں کو جنگل میں لانے اور لے جانے کا کام بھی انجام دیتی ہیں۔ اگر لڑکیاں اسکول جانے لگیں تو ان کاموں کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے یہ اندرون خانہ کا ایک اہم سوال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے لڑکیاں تعلیم میں نہ جا کر گھر کے کاموں میں ایک فعال کردار ادا کرتی ہیں اور اہل خانہ بھی یہ سوچ کر مطمئن رہتے ہیں کہ بالآخر ان کو یہ سب ہی تو کرنا ہے۔ حالانکہ سرکار نے اس کے لیے آنگن واڑی وغیرہ کھولے ہیں لیکن یہ بھی صرف بچوں کو سنبھالنے تک ہی محدود ہیں۔

(3) لڑکیوں کے لیے مناسب اسکولوں کا نہ ہونا

لڑکیوں کے اسکولوں میں بنیادی سہولت ایک ضروری امر ہے۔ کئی بار اسکولوں میں لڑکیوں کے لیے الگ بیت الخلاء کا نہ ہونا بھی اسکول نہ جانے کی ایک وجہ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ اسکول میں چہار دیواری کا نہ ہونا، تحفظ، مناسب انتظام نہ ہونا بھی تعلیم میں رکاوٹ بنتا ہے اور والدین کو اسکول نہ بھیجنے کا ایک مناسب بہانہ فراہم کرتا ہے۔

(4) مخلوط تعلیمی ادارے

ابتدائی تعلیم کے دوران ہی لڑکیاں نو بلوغت کی عمر کی ہو جاتی ہیں اور ایسے وقت میں والدین مخلوطی تعلیم سے گریز کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے سب سے آسان بچاؤ اسکول نہ بھیجنا لگتا ہے۔ آج کل اسکولوں میں کچھ ایسے واقعات رونما ہونے کی تعداد یا پھر ان کی رپورٹنگ بڑھ گئی اور ایسے واقعات کو میڈیا بھی تیزی سے کور کرتا ہے۔ نتیجتاً والدین اور زیادہ ہراساں ہو جاتے ہیں۔ یعنی ایک منفی واقعہ یا حادثہ کے نتیجے میں کئی لڑکیاں تعلیم سے محروم ہو جاتی ہیں۔ لڑکیوں کے لیے الگ اسکول خاص طور سے دیہی علاقوں میں سرکار کے لیے اقتصادی طور پر مشکل کھڑی کرتے ہیں۔

(5) عدم تحفظ کا احساس

اسکولوں میں کئی بار اساتذہ کے ذریعہ یا پھر کسی اور اسٹاف کے ذریعہ طالبات کے جنسی استحصال کے واقعات سامنے آتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں طالبات اور ان کے والدین میں اسکول کے تئیں ایک عدم تحفظ کا احساس بڑھتا ہے۔ اس کے علاوہ گھر سے اسکول کے راستہ میں کچھ ایسے شر پسند عناصر موجود ہوتے ہیں جن کے سبب لڑکیوں کا اسکول جانا مشکل ہو جاتا ہے۔ گھر اور اسکول کے راستہ میں لڑکیوں سے چھیڑ چھاڑ اور اغوا کرنے کے واقعات سے بھی ڈر کر لڑکیاں اسکول نہ جانا ہی بہتر سمجھتی ہیں۔

(6) بچہ مزدوری

بچہ مزدوری حالانکہ ممنوع ہے مگر پھر بھی سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 16 ملین بچہ مزدور ہندوستان میں موجود ہیں۔ والدین کو بچے کی شکل میں ایک آمدنی کا ذریعہ مل جاتا ہے اور ملازمت دینے والے کو ایک سستا اور آسانی سے استحصال کیا جانے والا ملازم مل جاتا ہے۔ یہ وجوہات بچہ مزدوری کو تیزی سے پروان چڑھاتی ہیں اور جب لڑکیاں گھر کے معاشی و اقتصادی طور پر معاون کار کا کردار ادا کر رہی ہیں تو اسکول جانا اور تعلیم حاصل کرنا ان کی ترجیحات میں کہیں موجود نہیں ہوتا۔ بچہ مزدوری تعلیمی پسماندگی کی ایک اہم وجہ بنتی ہے۔

(7) تعلیم کے دیرپا فوائد سے لاعلمی

تعلیمی پسماندگی کا ایک سبب لوگوں کی تعلیم اور اس کے فوائد سے لاعلمی بھی ہے۔ اکثر والدین اپنے بچوں اور خاص طور سے لڑکیوں کو تعلیم سے آراستہ اس لیے نہیں کراتے کہ انہیں نوکری نہیں کرنی ہے۔ یعنی تعلیم کا حصول صرف نوکری حاصل کرنے کا ایک ذریعہ مانتے ہیں۔ ان کے شعور میں یہ بات نہیں ہوتی ہے کہ تعلیم انسان میں خودداری، خوداعتمادی، خودآگہی، مدلل سوچ اور بااختیاری پیدا کرتی ہے جو کہ ایک انسان میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے ضروری وصف ہے۔

(8) غربت اور افلاس

ہندوستان آزاد ہونے کے 70 سال بعد بھی کچھ لوگ اس قدر غربت و افلاس کی زندگی جی رہے ہیں کہ دو وقت کی روٹی کے آگے ان کا ذہن کچھ سوچ ہی نہیں پاتا۔ تعلیم ان کے نزدیک امیر لوگوں کے لیے ہے۔ عورتوں کی تعلیم کے تصور کا تو شائبہ تک ان کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ لڑکی ہو یا لڑکا تھوڑا سا بڑا ہونے کے بعد ہی گھر کے معاشی حالت کو بہتر بنانے کا ایک آلہ بن جاتے ہیں۔

(9) والدین میں تعلیمی شعور کا فقدان

لڑکیوں کی تعلیم کے حامی زیادہ تر وہی والدین نہیں ہوتے ہیں جو خود ناخواندہ ہوں اور غلط روایتوں کے بے جا حمایت کرنے والے ہوں۔ ایسے والدین میں تعلیمی شعور بیدار ہی نہیں ہو پاتا ہے۔ ان کے نزدیک تعلیم لڑکیوں کو گمراہ کرنے کا ایک آلہ ہے اور تعلیم حاصل کر کے لڑکیاں بے راہ روی کا شکار ہو جائیں گی۔ دراصل اس شعور کا تجزیہ کیا جائے تو اس کی جڑیں ہمارے پدرانہ معاشرہ میں ملتی ہیں جس میں عورت کی حیثیت دوئم درجہ کے شہری جیسی ہے جس کے حقوق کم سے کم ہیں اور تعلیم کے ذریعہ ان حقوق کی آگہی عورتوں میں پیدا ہو جائے گی۔ والدین میں یہ شعور بیدار ہی نہیں ہوتا کہ تعلیم زندگی اور شخصیت کو سنوارنے کی ایک شاہراہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

(10) بیٹیوں کے لیے غیر متوازن ترجیحات

ہندوستان اوائل سے ہی پدرانہ معاشرہ رہا ہے۔ اسی لیے والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے یہاں بیٹا ہی پیدا ہو۔ ہندوستان کی جنسی شرح اس بات کی گواہی دیتی ہے۔ آج کے ترقی کے دور میں لڑکیوں کو قبل ولادت ہی مار دیا جاتا ہے اور اگر لڑکی پیدا ہو بھی جائے تو لڑکوں کو ہی ترجیح دی جاتی ہے کہ تعلیم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ تعلیم پر لڑکوں کے لیے خرچ سرمایہ ریزی ہوتا ہے جبکہ لڑکیوں کے لیے وہ صرف خرچ ہوتا ہے۔ ایسے میں لڑکیوں کی تعلیم اس ترجیحات کی فہرست میں سب سے نیچے چلی جاتی ہے۔

(11) خواتین اساتذہ کی کمی

لڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی کی ایک اہم وجہ اسکولوں میں خواتین اساتذہ کا فقدان یا کمی بھی ہے۔ والدین اس بات کو ترجیح نہیں دیتے ہیں کہ ان کی لڑکیوں کو مرد حضرات پڑھائیں اور خواتین اساتذہ کے نہ ہونے پر وہ تعلیم نہ دینا ہی زیادہ بہتر تصور کرتے ہیں۔ اس تعلق سے موجودہ دور میں رونما ہونے والے واقعات نہایت حوصلہ شکن ثابت ہوئے ہیں۔ اب اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر لڑکیاں تعلیم حاصل نہیں کریں گی تو خواتین اساتذہ کا فقدان جوں کا توں بنا رہے گا۔

3.3.2 لڑکیوں کی تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت عملی

(1) بیداری برائے تعلیم نسواں

عورتوں کی تعلیم کے لیے عوام میں بیداری پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عوام تک یہ بات پہنچائی جائے کہ تعلیم کے نہ ہونے پر لڑکیوں کو کن کن مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ جس سے ان کی زندگی منفی طور پر متاثر ہوتی ہے۔ بیداری کے یہ پروگرام گاؤں گاؤں میں چلائے جائیں اور نکڑ ناٹک، چھوٹی فلمیں اور ٹی وی پر پروگرام دکھا کر اس کا نفاذ کیا جاسکتا ہے۔

(2) اسکول میں تحفظ کی ضمانت

یہ اسکول اور انتظامیہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسکول اور اسکول کے باہر طالبات کے تحفظ کی ضمانت لیں تا کہ لڑکیاں بے خوف وخطر اسکول آسکیں۔ انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ ایسی حکمت ہائے عملی تیار کریں کہ شر پسند تعلیم کی راہ میں حائل ہونے کی ہمت نہ کریں۔

(3) اسکول کے لچیلے اوقات کار

دیہی اور قبائلی علاقوں کی لڑکیوں پر گھر کی اتنی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ دن کے چھ سات گھنٹے اسکول کو نہیں دے پاتی ہیں۔ ان کو اسکول تک لانے کے لیے اسکول کو اپنے اوقات کو لچیلا کرنا ہوگا۔ ملک کے مختلف دیہی علاقوں میں فصل کی بوائی اور کٹائی کے وقت طالبات کے وقت کا ضیاع سب سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ تعلیم سے زیادہ ان کی ترجیح گھر کے متفرق کاموں میں اپنی حصہ داری دینا ہے۔ ایسی صورت میں اگر اسکول کے اوقات میں لچیلا پن ہوگا تو وہ دونوں کام بخیر وخوبی انجام دے سکتی ہیں۔

(4) معاونت وکفالت

لڑکیوں کو اسکول نہ بھیجنے کی ایک اہم وجہ ان کی گھر میں افادیت اور ان پر پیسہ خرچ نہ کرنے کا رجحان ہے۔ سرکاری معاونت وکفالت ان کو تعلیم تک لاسکتی ہے۔ کیونکہ لڑکیوں کے تعلیم یافتہ ہونے سے پورے ملک کی زندگی کا معیار بہتر ہوگا۔ تعلیم سے ان کے اندر مدلل سوچ، بااختیاری اور خود اعتمادی کے عناصر پیدا ہوں گے جو ملک کے روشن مستقبل کے ضامن ہوں گے۔

(5) نسواں اسکول کا قیام

لڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی کی ایک اہم وجہ ان کے والدین کا مخلوط تعلیم سے گریز ہے۔ اس لیے صرف لڑکیوں کے لیے خصوصی طور پر اسکول کھولے جائیں تا کہ وہ بے خوف وخطر اسکول آسکیں۔ خاص طور سے یہ اسکول دیہی علاقوں میں کھولے جائیں۔ کیونکہ روایتی طرز زندگی کے حامل لوگ خصوصی طور پر مخلوط تعلیم سے گریز کرتے ہیں۔

(6) خواتین اساتذہ کی تقرری

مخلوط اسکول کے علاوہ لڑکیوں کو اسکول نہ بھیجنے کی ایک اہم وجہ خواتین اساتذہ کا فقدان ہے۔ مثال کے طور پر راجستھان میں خواتین کی تقرری کے لیے تعلیمی لیاقت میں تخفیف کی گئی ہے۔ اس کی اہم وجہ لڑکیوں کو اسکول تک لانا ہے۔ تا کہ والدین اور لڑکیوں کو اسکول میں عدم تحفظ کا احساس ختم ہوسکے جو کہ مرد اساتذہ کے ہونے پر ہوتا ہے۔

(7) تعلیم کے فوائد سے آگاہی

عام طور پر ہندوستان میں تعلیم کو محض ایک نوکری پانے کا آلہ تصور کیا جاتا ہے۔ تعلیم کے ایسے لامتناہی فوائد جو انسان کی شخصیت، سوچ وفکر، فلسفہ زندگی میں مثبت اثرات مزین کرتے ہیں اس سے زیادہ تر لوگ نابلد ہیں۔ یہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے کہ تمام تر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ لوگوں تک

رسائی کی جائے اوران کوتعلیم کے فوائد سے آگاہ کیا جائے۔ خاص طور سے لڑکیوں کے تعلیم یافتہ ہونے سے کیسے نسل سنور جاتی ہے یہ بھی ذہن نشیں کرانے کی ضرورت ہے۔

اگرلڑکیوں کی تعلیمی پسماندگی کے کسی بھی سبب کا تجزیہ کریں تو ظاہر ہوگا کہ بہت سارے حالات میں ان اسباب کی جڑیں غلط تصورات میں پیوست ہیں۔اس لیے ایک عوامی تحریک اورلڑکیوں میں فروغ تعلیم کی شعوری کوششوں کے ذریعہ تعلیم میں رکاوٹ پیدا کرنے والے ان عوامل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(8) غیررسمی تعلیم ومتبادل اسکول

غیررسمی تعلیم اور متبادل اسکول کی اسکیموں نے بہت حد تک تعلیم سے محروم طبقات کے لیے تعلیمی مواقع فراہم کرنے کی کوشش کی ہیں۔ان محروم طبقات میں لڑکیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ غیررسمی اور متبادل اسکول کے ذریعہ لڑکیوں کی سہولت اوران کے حالات کو ذہن میں رکھتے ہوئے تعلیم دی جائے تب ہی لڑکیوں کو تعلیمی پسماندگی کی اس گہری کھائی سے باہر نکالا جاسکتا ہے۔

3.4 درجِ فہرست ذاتوں (SC) کے طلبہ کی تعلیم

درجِ فہرست ذاتوں کے طلبہ سماجی ومعاشی اورتہذیبی اسباب کی بنا پر تعلیم سے محروم ہوگئے ہیں۔اس سے پہلے یہ جاننا بھی اہم ہے کہ کون لوگ درجِ فہرست ذات کے زمرے میں آتے ہیں۔ ذات پر مبنی تفریق ہندوستان میں ہی پیدا ہوئی اور یہیں ان کی نشوونما ہوئی۔ یہ مغربی ممالک میں موجود تقریباً نسلی تفریق کی طرح ہی ہے۔ جوکہ پیدائش کے ساتھ ہی طے ہوجاتی ہے۔ہندوسماج چار ورن (Varna) میں منقسم ہے۔ جوکہ برہمن، شتریہ، ویشہ اورشودر ہیں۔ شودر سماجی سلسلہ مراتب میں سب سے نیچے ہے اور بقیہ تینوں ذاتوں کی خدمت کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔یعنی اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ محروم و پسماندہ طبقہ ہے۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی آبادی ہندوستان میں 16.2% ہے جبکہ ان کی خواندگی کی شرح 66% ہے۔ یہ شرح صرف خواندگی کی ہے تعلیم یافتہ ہونے کی نہیں۔اب سوال یہ ہے کہ 70 سال کی آزادی کے بعد بھی ان کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب کیا کیا ہیں۔

3.4.1 تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) خاندانی اورمعاشی پسماندگی

درجِ فہرست ذات کے زیادہ تر لوگ مفلسی اورغربت کا شکار ہیں۔ وہ یا تو چھوٹے کسان ہیں یا پھر مزدوری کرکے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔غربت انسان کی ترجیحات بدل دیتی ہے۔ایک غریب انسان روٹی اور کپڑے کے لیے اس حد تک مصروف رہتا ہے کہ تعلیم جیسی لطیف ونازک چیزوں کا تصور بھی اس کے ذہن میں پیدا نہیں ہوتا ہے۔ بچے بھی خاندان کی آمدنی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔اوراس طرح روزگار بچے کو اسکول جانے سے محروم کردیتا ہے۔اگر یہ طلبہ اسکول میں داخل ہوتے بھی ہیں تو انہیں تعلیمی ماحول یا تعاون کی شکل میں خاندان سے کوئی مدد حاصل نہیں ہوتی ہے جس سے اسکول میں حاصل کردہ تعلیم میں کوئی بہتری یا اضافہ ہوسکے۔

(2) ذات پر مبنی تفریق

مختلف تحقیقات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ درجِ فہرست ذات کی تعلیمی پسماندگی کی اہم وجہ سماج میں موجود ذات پر مبنی تفریق ہے۔ کچھ بچے اس تفریق کے باعث اسکول چھوڑ دیتے ہیں اور کچھ اسکول میں داخلہ ہی نہیں لیتے۔اسکول کے بقیہ طلبہ، اسکول کا اسٹاف اور مدرس کسی نہ کسی طرح ان کے ساتھ تفریق والا رویہ اپناتے ہیں جس کے سبب یہ طلبہ ذہنی اور جذباتی طور پر مجروح ہوجاتے ہیں اوراپنی تعلیم کا سلسلہ شروع میں ہی منقطع کردیتے ہیں۔

(3)　گھر کے کام میں بچوں کی کثرت سے مشغولیت

جب بچہ گھر کے کام کاج میں ہی اپنا بیشتر وقت صرف کرے گا تو اس کے لیے تعلیم کے لیے وقت نکالنا تقریباً ناممکن جیسا ہو جائے گا۔ زبوں حالی اور افلاس کا اکثر یہ عالم ہوتا ہے کہ خاندان میں ایک فرد کے بھی جڑ جانے پر معاشی تنگی سے گزرنا پڑتا ہے۔ جس کے لیے بچوں کو بھی کام کرنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے تعلیم ترجیحات میں کہیں ہوتی ہی نہیں ہے۔

(4)　خاندان کا تعلیمی موقف

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ناخواندہ والدین میں تعلیم کی اہمیت کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ یعنی والدین کا تعلیم کے تئیں قدر کا دارومدار ان کی تعلیمی موقف پر ہوتا ہے۔ تحقیقات سے بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ والدین کے ناخواندہ ہونے کی وجہ سے روزی، روٹی کا کوئی مناسب ذریعہ مہیا نہیں کرا پاتے ہیں اور تا زندگی ایک مزدور یا چھوٹے کسان کی حیثیت سے زندگی بسر کر جاتے ہیں۔ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے سرکار کے ذریعے چلائی گئی پالیسیوں سے مستفید نہیں ہو پاتے ہیں۔ اگر اس کو میسلو کے نظریہ سے دیکھیں تو وہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنے میں تا زندگی لگے رہتے ہیں یعنی تعلیم جیسی ضروریات ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں اپنی جگہ بنا ہی نہیں پاتی۔

(5)　اسکول میں مناسب ماحول کا فقدان

درجِ فہرست ذات کے طلبہ کو کیونکر گھر پر کوئی تعلیمی تعاون میسر و دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ان کے لیے اسکول ہی ایک مناسب جگہ ہوتی ہے۔ جہاں انہیں تعلیم کے حصول کے لیے تحریک بخشی جاسکتی ہے۔ لیکن اسکول میں خاص طور سے ان بچوں کے لیے مناسب ماحول میسر نہیں ہو پاتا ہے۔ اساتذہ کا منفی رویہ و رجحان اور کم معیار، بے توجہی، سوچ و طرزِ عمل میں حقارت کچھ ایسے عوامل ہوتے ہیں جو ان طلبہ کی تعلیم میں حائل ہوتے ہیں۔ جب آپ دلت ادب کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو یہ محسوس ہوگا کہ واقعتاً یہ طلبہ اسکول میں کس قدر نفرت وحقارت کا شکار ہوتے ہیں۔ چند ہی لوگ اس نفرت وحقارت کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھ پاتے ہیں۔ ورنہ زیادہ تر بچے ابتدائی دور میں اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔

(6)　کمزور و غیر مناسب بنیادی ڈھانچہ

مختلف قومی تعلیمی سروے اس بات پر روشنی ڈالتے ہیں کہ اسکولوں میں بنیادی ڈھانچہ ہی غیر مناسب ہوتا ہے۔ دیہی علاقوں میں اسکولوں میں اسکول کے مناسب عمارت کا نہ ہونا، دوسری اہم سہولیات کا فقدان، بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ کی کمی، پینے کا پانی اور بیت الخلاء کا نہ ہونا وغیرہ طلبہ کو تعلیم کی طرف راغب نہیں کر پاتے ہیں۔ جس سے تعلیم متاثر ہوتی ہے۔

(7)　سماجی دوریاں

آزادی کے 70 سال بعد بھی عام ذاتوں اور درجِ فہرست ذاتوں کے درمیان پائی جانے والی سماجی دوریاں بھی ایک اہم سبب ہیں۔ ان دو طبقات کے درمیان رویوں اور سلوک کا یہ امتیاز بہت واضح طور پر دکھائی دیتا ہے جو کہ ایک طویل عرصہ سے جاری ہے۔ ایسا کئی بار دیکھا گیا ہے کہ اسکولوں میں دوسرے طلبہ ان کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتے ہیں اور بقیہ تعلیم سے جڑے ہوئے لوگوں کا رویہ بھی منفی اور غیر منصفانہ ہوتا ہے جو کہ ان بچوں کو اسکول سے دور کرنے کا سبب بن جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ ان ذاتوں کے خاندان روایتی طور پر جن کاموں اور پیشوں سے وابستہ ہیں وہ کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ ان کو انجام دینے کے لیے اسکولی تعلیم کا حصول شرط نہیں ہے۔ ان میں اکثر لوگ ایسے بے ہنر یا چھوٹے موٹے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں جن کو خواندگی اور حساب دانی کے بغیر بھی سیکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح گھروں میں پایا جانے والا غیر تعلیمی ماحول بھی تعلیم کے بارے میں منفی یا بے تعلقی رویہ کا اہم سبب ہے۔ درجِ

فہرست ذاتوں کی لڑکیوں کے معاملہ میں تعلیم کا حصول اور بھی مشکل ہے۔ کیونکہ عورت کے بارے میں تو یہ بات طے سمجھی جاتی ہے کہ وہ گھریلو ذمہ داریوں، خدمت اور مزدوری کے لیے ہے۔

اس کے علاوہ ان ذاتوں کے بچے تعلیمی نظام میں شامل بھی ہو جاتے ہیں تو کامیابی کی شرح میں باقی طلبہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس کی وجوہات بھی متفرق ہیں۔ سب سے پہلے یہ تعلیم حاصل کرنے والی پہلی نسل سے ہیں۔ تعلیم کے لیے وقت کم دے پاتے ہیں۔ اساتذہ اور دیگر طلبہ کا منفی رویہ، تعلیمی مواد کا بچوں کے تجربات سے غیر متعلق ہونا، گھر میں مطلوبہ تعاون کا حاصل نہ ہونا وغیرہ ایسے اسباب ہیں جو ان طلبہ کی تعلیمی پسماندگی کا سبب بنتے ہیں۔

3.4.2 درجِ فہرست ذات کی تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت عملی

(1) تعلیم کے فروغ کے لیے چلائی جانے والی اسکیموں کا صحیح نفاذ

درجِ فہرست طلبہ کی تعلیم میں شمولیت کے لیے سرکاری طور پر متفرق اسکیمیں چلائی گئی ہیں۔ مگر اہم بات یہ ہے کہ ان طلبہ تک ان اسکیموں کو پہنچانا اور ان کو آگاہی میسر کرانا بھی ضروری ہے۔ کئی ایسی اسکیمیں ہیں جو صرف سرکاری دفتروں تک ہی موجود ہیں۔ ان کا نفاذ یا تو جان بوجھ کر یا بنا جانے بے توجہی کا شکار ہوتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان ذاتوں کو مفت تعلیم، مفت کتابیں و یونیفارم اور دوپہر کا کھانا بھی دیا جاتا ہے پھر بھی کون سی ایسی چیزیں ہیں جو انہی اسکول تک لانے کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ کیا صحیح نفاذ نہیں ہو رہا ہے یا نفاذ صحیح سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ کون سی ایسی وجوہات ہیں کہ ان اسکیموں کا نفاذ صحیح طریقہ سے نہیں کیا جا رہا ہے۔ کیا اس میں رویہ اور تفریق کا کوئی رول نہیں ہے۔ اس پر تحقیق کر کے راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو ختم کر کے صحیح نفاذ کیا جائے۔

(2) لچکدار نصاب اور مواد مضمون

حالانکہ نصاب اور مواد کی تیاری میں مرکزیت ختم کی گئی ہے۔ مگر مخصوص مقامی ضروریات کے تحت مواد کی تیاری خاص طور پر ابتدائی سطح کے مواد کے لیے کافی لچک رکھنا ضروری ہے۔ تدریس اور اکتساب کے عمل کو اس طرح جامع بنایا جائے کہ طالب علم کو اپنے استاد کی مدد سے مشق کرنے اور اپنی مشکلات کو حل کرنے کے بھرپور مواقع ملیں اور مسائل کے حل کے لیے کچھ متعین حکمت عملی وضع کی جائے۔

(3) اسکول کی سہولیات میں بہتری

اسکولی سہولیات فراہم کرنے کے لیے زیادہ رقم مختص کرنی چاہیے۔ جس میں نئی عمارتوں کی تعمیر، بیت الخلاء اور پینے کے پانی کی سہولت، عمارتوں کی مرمت، لائبریری، تدریسی آلات کی وسعت وغیرہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ طلبہ کے لیے اسکول ایک مزے دار تجربہ کی شکل اختیار کر لیں اور بچے جوق در جوق اسکول آسکیں۔

(4) اساتذہ کو کثیر الثقافت علوم کی تربیت

مختلف تحقیقات نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ غیر درجِ فہرست ذات کے اساتذہ کا رویہ درجِ فہرست ذات کے طلبہ کے ساتھ غیر منصفانہ اور تضحیک آمیز ہوتا ہے جس کے سبب طلبہ اسکول جاری نہیں رکھ پاتے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ اساتذہ کو کثیر الثقافت تعلیم میں مناسب تربیت فراہم کی جائے تاکہ ان میں کسی بھی ثقافت کے لیے منفی رویہ کا خاتمہ ہو سکے اور طلبہ کو صرف طلبہ سمجھیں نہ کہ کسی ذات کا فرد۔

(5) اساتذہ میں تدریسی استعداد اور صلاحیتوں کی تربیت

کئی بار دیکھا گیا ہے کہ اساتذہ میں تدریسی استعداد اور صلاحیتیں کم ہوتی ہیں۔ ان کا سیدھا اثر طلبہ کی تعلیم میں دلچسپی اور اسکول میں بنے رہنے سے ہوتا ہے۔ اگر معلم میں تدریسی استعداد بہتر درجہ کی ہوگی اور وہ مشفق ہوگا تو طلبہ جوق در جوق اسکول بھی آئیں گے اور وہ والدین کو بھی متحرک کر لے گا۔

(6) درجِ فہرست ذات کے اساتذہ کی بہتر نمائندگی

ایسے اسکولوں میں جہاں درجِ فہرست ذات کے طلبہ کی فیصد زیادہ ہو ان میں اساتذہ بھی وہیں سے اور درجِ فہرست ذات سے ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ ان کے مسائل اور ثقافت کا بہتر علم رکھتا ہے اور طلبہ کو خود سے جوڑ پائے گا۔ طلبہ بھی اس سے بہتر طریقہ سے مانوس ہو جائیں گے۔

مندرجہ بالا حکمت عملی کے علاوہ اسکول کو مقامی ضروریات کے لحاظ سے درکار مختلف مواد فراہم کرانا، اسکول میں موجود وسائل کا دانشمندانہ استعمال کرنا، طلبہ کے والدین سے ملاقات کرنا اور ان کو تعلیم کے لیے متحرک کرنا، والدین کو تعلیم کے فوائد سے آگاہ کرنا، طلبہ کی وقتاً فوقتاً رہنمائی و مشاورت کرتے رہنا وغیرہ ایسی حکمت عملیاں ہیں جس کے ذریعے ان طلبہ کی تعلیم میں شمولیت کی جاسکتی ہے۔

3.5 درجِ فہرست قبائل

درج فہرست قبائل اصطلاحات دستورِ ہند میں سب سے پہلے استعمال ہوا۔ دفعہ (25)366 میں درج فہرست قبائل کی تعریف لکھتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس میں وہ قبیلے شامل ہیں جو کہ دفعہ 342 میں مذکور ہیں اس میں ہریانہ، پنجاب، دہلی اور چنڈی گڑھ کے علاوہ مختلف صوبوں میں کچھ قبیلوں کو اس فہرست میں شامل کیا گیا۔ ان کی شمولیت مندرجہ بالا خصوصیات کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ ان میں موجود قدیمی طرز زندگی کے وصف، جغرافیائی طور پر الگ تھلگ رہائش، ممتاز و منفرد ثقافت، دوسرے لوگوں اور سماج کے دوسرے طبقوں سے گھلنے ملنے میں تجل، معاشی طور پر پسماندہ نمایاں ہوتے ہیں۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق درج فہرست قبائل کی آبادی کی شرح 8.6 فیصد ہے جس میں تقریباً 90 فیصد دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ صرف 10 فیصد ہی شہروں میں مقیم ہیں۔ ان کی خواندگی کی شرح 59% ہے۔ کچھ قبیلے ایسے ہیں جہاں نئے زمانے کی طرز زندگی کا شائبہ بھی نہیں لگتا ہے۔ وہ بالکل قدیمی طرز حیات میں زندہ ہیں۔ قبائلی سماج میں اپنی روایتی تہذیب و رسوم کے مطابق ہی زندگی کے معاملات چلائے جاتے ہیں۔ ہر فرقے کا ایک مخصوص مذہب ہوتا ہے اور ان کی سماجی تنظیم بھی مرکزی دھارے سے الگ اور راہ بھی جدا جدا ہوتی ہے۔ کئی قبائل کی اپنی کوئی تحریری زبان یا بولی نہیں ہوتی صرف بول چال کی زبان ہوتی ہے جس کو وہ روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں۔

عام طور پر قبائل کی معیشت صرف گزارے کی معیشت ہوتی ہے اور کبھی کبھی ان کے سال بھر کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ناکافی ہوتی ہے۔ ان میں چند اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے جنگلاتی پیداوار پر انحصار کرتے ہیں۔

قبائلی سماج کی اپنی ایک تنظیم ہوتی ہے جس کے ذریعے اپنے بچوں کی تربیت کرتے ہیں۔ مختلف سماجوں میں ان تنظیمات کے الگ الگ نام ہیں۔ اگر اس کو تعلیم کہا جائے تو یہ ان کا تعلیمی نظام ہے لیکن یہ سب خواندگی کے بغیر ہے۔ کیونکہ یہ لوگ لکھنے پڑھنے سے نابلد ہوتے ہیں۔

قبائلی سماج ثقافتی طور پر ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں اور یکجا زندگی گزارتے ہیں۔ ان میں رابطہ کی ضروریات، بول چال کی زبان سے پوری ہو جاتی ہے۔ ان کی زبانی روایات بہت ہی مستحکم ہوتی ہے جبکہ ضروری تمدن، لوک کہانیوں، لوک گیتوں کے ذریعہ ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل کی جاتی ہے۔ یہ وہ پس منظر ہے جس کو سامنے رکھ کر جدید معنی میں تعلیم کو دیکھنا چاہئے۔ یعنی تعلیمی طور پر پسماندہ ہیں اور ان کی پسماندگی کے کیا کیا اسباب ہیں یہ آگے صفحات میں بات کریں گے۔

3.5.1 درجِ فہرست قبائل کے تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) ذریعہ تعلیم اور بچہ کی مادری زبان کا مسئلہ

بچہ اپنے ماں باپ، خاندان اور پڑوسیوں کی جانب سے استعمال کی جانے والی زبان کے ساتھ ہی نشو ونما پاتا ہے۔ لسانی نشو ونما کے دور میں وہ اطراف کی زبان ہی ذہن نشیں کرتا ہے اور یہ وہ زبان ہوتی ہے جو اس کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ جس کے ذریعہ وہ سماج میں اپنے تمام کام انجام دیتا ہے۔

جب وہ اسکول پہنچتا ہے تو کتاب کی زبان اور معلم کے ذریعے استعمال کی گئی زبان اس کے لیے ناقابل فہم ہوتی ہے اور معلم کے نزدیک اس کی زبان غیر معیاری ہوتی ہے۔اس کی وجہ سے بچہ ماحول میں گھٹن محسوس کرتا ہے اور جیسے ہی موقع ملتا ہے اسکول جانا ترک کر دیتا ہے۔

(2) اساتذہ کا نامناسب رویہ

قبائلی سماج کا اقداری نظام عام سماج سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔مثال کے طور پر بعض قبائل مادر موروثی ہیں۔یعنی ان میں بچے کی پہچان ماں ہوتی ہے۔جائیداد ماں سے بیٹی کو منتقل ہوتی ہے۔شادی کے بعد مرد وداع ہو کر عورت کے گھر آتا ہے (گارو وکھاسی قبیلہ) بعض قبائل میں ایک عورت بیک وقت ایک سے زائد مردوں سے شادی کرتی ہے عام طور پر بھائیوں سے۔مگر اولاد بڑے بھائی سے منسوب ہوتے ہیں۔یعنی کہ اقدار ہندوستان کی عام زندگی سے مختلف ہیں۔اس لیے عام طور پر لوگ قبائلی طرز زندگی اور ان کی رسم ورواج کا مذاق اڑاتے ہیں اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور معلم بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔معلم بھی ان کی طرز زندگی کو تختۂ مشق بناتے ہیں اور ان کی ثقافت کے لیے نامناسب الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جس سے بچوں میں تعلیم کے تئیں نفرت و بیزاری پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ اساتذہ جو عام طور پر غیر قبائلی ہوتے ہیں قبائلی بچوں پر اپنے اقدار مسلط کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے بچے میں اسکول اور اساتذہ کے لیے بے حسی وسرد مہری کا رویہ پیدا ہو جاتا ہے اور بچہ تعلیم سے لاتعلق ہو جاتا ہے۔

(3) تدریسی طریقۂ کار سے مطابقت کی کمی

قبائلی سماج میں سیکھنے کے اپنے مخصوص انداز ہوتے ہیں۔بچے ان میں اکثر نقل یا تقلید کے ذریعے سیکھتے ہیں جبکہ عام طور پر اسکول میں سکھانے کے انداز ہدایتی ہوتا ہے۔جیسے یہ کرو، یہ نہ کرو، وغیرہ۔جو ان کی نشو ونما کے انداز اور ان کی نفسیات کے خلاف ہے۔نتیجتاً انہیں سیکھنے میں مشکل درپیش آتی ہے۔قبائلی سماج میں سیکھنا اجتماعیت پر مبنی ہوتا ہے۔جبکہ اسکول میں سیکھنا مدرس کی ہدایت پر مبنی ہوتا ہے۔جس سے طلباء اسکول کے ہدایتی طریقہ کار سے مطابقت نہیں کر پاتے ہیں۔

(4) فطرت سے دور اسکول

قبائلی رہائش کے علاقے فطرت سے گھرے ہوتے ہیں۔قبائلی بچے کے مکمل اکتسابی عمل میں فطرت بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ہمارے اسکول بنیادی طور پر چہار دیواری میں تعمیر شدہ ہوتے ہیں۔قبائلی بچہ خود کو زیادہ دیر تک چہار دیواری میں محدود نہیں رکھ سکتا۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس کو چہار دیواری سے باہر کیسے لے کر جائیں۔ضروری ہے کہ تعلیم کے مواد کو تدریس کے ذریعے معلومات کے حصول کے بجائے تجربات کی شکل میں دوبارہ ترتیب دیا جائے اور اسی کے مطابق امتحانات اور تعین قدر بھی کرایا جائے۔

(5) اساتذہ کا ان کی مادری زبان سے نابلد ہونا

قبائلی بچوں کی اپنی مخصوص زبانیں اور بولیاں ہوتی ہیں۔حکومت ہند نے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے ایسے رہنما اصول جاری کیے ہیں کہ کم از کم اسکول کے ابتدائی دو سالوں تک علاقائی تحریر کے ساتھ بچے کی مادری زبان ہی ذریعہ تعلیم ہو اور تیسرے سال سے علاقائی زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔اس سے کچھ دیگر مسائل سامنے آتے جیسے قاعدوں اور نصابی کتابوں کی عدم دستیابی وغیرہ کیونکہ جتنے قبائل پائے جاتے ہیں اتنی ہی بولیاں بھی ہیں ان میں بعض کی آبادی بہت کم ہے۔جس میں تعلیم وتربیت یافتہ معلم کی تعداد انتہائی کم ہے جو قبائلی اور علاقائی دونوں زبانوں سے واقف ہوں اور اسکولوں میں بحیثیت معلم کام کر سکیں۔

(6) اسکول کے مروجہ طریقہ کار سے نابلد

اسکول میں ہر کام کے کچھ مروجہ طریقہ کار ہوتے ہیں اور غیر قبائلی بچوں میں یہ طریقہ کار نشو ونما کے ساتھ ہی ان میں منتقل ہوتے ہیں۔مثال کے طور

پر کوئی بھی قبائلی سماج اپنے بچوں کو سزا یا تضحیک کا نشانہ نہیں بناتے جبکہ اسکولوں کے تدریس واکتساب کے عمل میں سزا، تضحیک اور انعام وغیرہ کے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اگر قبائلی بچے کو سزا دی جائے تو وہ فوراً اسکول چھوڑ دے گا۔ قبائل میں سماجی ارتقاء کا پورا عمل بڑوں کی تقلید پر منحصر ہے۔ بڑے جو بھی کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل تقلید ہے۔

کچھ ایسے اسباب بھی ہیں جن کا ذکر درج فہرست ذات اور لڑکیوں کے تعلیمی پسماندگی کے اسباب کے حصہ میں کیا گیا ہے۔ ان کا اطلاق قبائلی بچوں کے معاملے پر بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسے تعلیم حاصل کرنے والی اولین نسل کے مسائل، غربت وافلاس، تعلیم کے فوائد سے آگاہی نہ ہونا، خاندان کا تعاون نہ ملنا وغیرہ ہے۔ اس حصہ کا بغور مطالعہ کر کے ان میں سے کون سا مسئلہ درج فہرست قبائل کے معاملہ کے مشترک ہیں۔

3.5.2 درجِ فہرست قبائل کے تعلیم میں شمولیت کی حکمت عملی

درجِ فہرست ذاتوں میں فروغ تعلیم کی اسکیموں کی طرح درجِ فہرست قبائل کے لیے بھی تعلیم میں شمولیت کے لیے سرکار نے مختلف ترغیبی اسکیمیں فراہم کی ہیں اور بعض اضافی پروگرام بھی شروع کیے ہیں جن کا ذکر درج ذیل ہے:

(1) قبائلی زبانوں وبولیوں میں نصابی کتب کی فراہمی

حکومت ہند نے قبائلی ذات کو تعلیم میں شامل کرنے کے لیے ان کی زبان میں نصابی کتب تیار کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور حسب توفیق ان کو زیر عمل بھی لائے ہیں۔ مثال کے طور پر جن قبیلوں کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ ان کے لیے ان کی زبان میں ہی نصابی مواد تیار کیا گیا ہے۔ اس میں معاون کار ایجنسیاں، NCERT اور CIL (سینٹرل انسٹی ٹیوٹ آف لینگویجس) جیسے ادارے اور ریاستی حکومت شامل ہیں۔ ابھی تک سنتھالی، گونڈی، مقداری کھریا وغیرہ میں مواد تیار کیا گیا ہے۔

(2) اساتذہ کے لیے مخصوص تربیتی پروگرام

قبائلی زندگی اور ان کی تہذیب کے مطابق تدریس کے لیے اساتذہ کا تربیتی پروگرام کا انعقاد کیا جانا چاہیے۔

NCERT اس طرح کے پروگرام کا انعقاد کرتی ہے تاکہ معلّمین کو قبائلی سماجوں کے متعلق واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ ان کی تہذیب اور ان علاقوں میں موجود وسائل کو کس طرح تدریس میں شامل کر کے طلباء میں اسکول سے انسیت پیدا کی جا سکتی ہے اس کی تربیت اساتذہ کے لیے بہت ضروری ہے۔

(3) قبائلی سماج اور عظیم شخصیتوں کی نصاب میں نمائندگی

NCERT اور SCERT نے قبائلی سماج اور ان کی اہم شخصیات کو نصاب میں مناسب جگہ دیں، تاکہ طلبہ کو یہ قوی احساس ہو کہ جو تعلیم دی جارہی ہے اس میں ان کی بھی حصہ داری یا نمائندگی ہے۔ حالانکہ NCERT نے قبائلی زندگی، تہذیب واقدار، قبائلی اہم شخصیتوں کو سمجھنے اور جاننے اور غیر قبائلی طلبہ میں قبائلی طرز زندگی بہتر طور پر واقفیت کے لیے ہندی زبان میں مخصوص کتابیں بطور اضافی مطالعہ جات تیار کی ہیں۔ اس کے علاوہ قبائلی لوک گیت، لوک کہانیوں کا بھی ایک مجموعہ شائع کیا ہے۔

(4) آشرم اسکولوں کا قیام

حکومت ہند آشرم اسکول کے ذریعہ قبائلی بچوں کی تعلیم میں شمولیت کی حتی الامکان کوشش کر رہی ہے۔ زیادہ اور بہتر اسکولوں کے قیام سے ان کی شمولیت بہتر اور یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ایک رہائشی اسکول ہوتا ہے جس میں طلبہ کے قیام وطعام کی ذمہ داری حکومت کے ذریعے اٹھائی جاتی ہے۔

(5) تعلیمی فیصلوں میں قبائلی افراد کی شمولیت

حکومت ہند نے ہر اسکول میں مختلف فیصلوں میں طلباء ان کے والدین اور کمیونٹی کے معزز ممبران کی شمولیت کو یقینی بنایا ہے۔ اس کے لیے اسکول

مینجمنٹ کمیٹی کی تشکیل لازمی کی گئی ہے۔اس سلسلے میں اسکولوں کو یہ ہدایات دی جانی چاہیے کہ وہ قبائلی طلبا کے والدین کوضرور شامل کریں تا کہ وہ فیصلہ جات میں اپنی نمائندگی کر سکیں۔

(6) درجِ فہرست قبائل مرتکز علاقوں میں تعلیم اور تعلیمی سہولیات کومشتہر کرنا

درج فہرست قبائل بچوں کی تعلیم کے لیے حکومت ہند نے بہت سی اسکیمیں شروع کی ہیں مگران لوگوں کوان اسکیموں کے بارے میں کم سے کم معلومات ہے۔حکومت ہند کوان اسکیموں کو درج فہرست قبائل مرتکز علاقوں میں زیادہ سے زیادہ مشتہر کرنی ہوگی تا کہ ان فلاحی اسکیموں سے معترف ہوکر اس کا فائدہ اٹھا سکیں۔

(7) درجِ فہرست قبائلی مرتکز علاقوں میں اسکول حاضری کی نگرانی رکھنا

اسکول اور اساتذہ درجِ فہرست قبائل کے بچوں کوکوشش کر کے اسکول میں داخل تو کروا دیتے ہیں مگر طلبا اسکول آنے سے گریز کرتے ہیں یعنی ان کی حاضری بہت کم رہتی ہے۔تعلیم کے علاوہ دیگر کاموں میں وہ مصروف رہتے ہیں اوران کاموں کوتعلیم پر ترجیح دیتے ہیں۔اس مسئلہ پر قابو پانے کے لیے یہ اہم ہے کہ ان علاقوں میں طلبا کی حاضری کی نگرانی کی جائے اور طلبا کے گھر جا کر ان کے اسکول نہ آنے کی وجہ سے دریافت کی جائے۔ان کے علاوہ اچھی حاضری والے طلبا کوتقویت وانعام سے نوازا جائے تا کہ بقیہ طلبا بھی متحرک ہوں۔

(8) اسکول میں اندراج کیلئے مسلسل تحریک

سرکاری، غیر سرکاری اور سماج کے معزز افراد کی مدد سے اسکول میں اندراج کے لیے مسلسل تحریک چلانا لازمی ہے تا کہ طلبا کے والدین خود تعلیم کی طرف راغب ہو اور اپنے بچوں کو بھی رغبت دلا سکیں۔

(9) درجہ میں خوشنما اور دوستانہ ماحول کی فراہمی

قبائلی طلبا کے اسکول نہ آنے اور ترک مدرسہ کے اہم اسباب میں ایک سبب اسکول کے ماحول سے ہم آہنگی کی کمی ہے۔اسکول میں ایک دوستانہ اور خوشنما ماحول تیار کیا جائے تو طلباء خوش باش اور جوق درجوق اسکول آئیں گے۔معلم اور انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسکول کے ماحول کو خوشنما بنائیں۔

اس کے علاوہ بھی کچھ ایسی حکمت عملیاں ہیں جن کو بروئے کار لاکران درجِ فہرست قبائل طلبہ کی شمولیت تعلیم میں بڑھائی جاسکتی ہے۔مثال کے طور پر اندراج کے لیے مخصوص کیمپ کا انعقاد کرانا، اسکالرشپ کی فراہمی، علاقائی چیزوں کا استعمال کرتے ہوئے تدریسی عمل انجام دینا، اساتذہ کی مناسب تربیت، کمزور طلبا کے اضافی وتدارکی کلاس کا انعقاد وغیرہ۔

3.6 اقلیت

اقلیت سے مراد کسی سماج کا وہ گروہ ہے جو عددی اعتبار سے دوسرے گروہ یا گروہوں سے کم ہو اور سماج میں اثر ونفوذ کے اعتبار سے بھی اس کا موقف کمزور ہو۔ چنانچہ ہر بڑے سماج میں تہذیبی، مذہبی، لسانی اور نسلی اقلیتیں پائی جاتی ہیں۔سماجیاتی اعتبار سے اقلیتی گروہ ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جیسے کسی سماج کے اقتداری ڈھانچہ میں کمزور موقف حاصل ہوتا ہے اور جو مختلف قسم کے امتیازات اور ترجیحی برتاؤ کا شکار رہتا ہے۔

مذہب بھی اکثریتی اور اقلیتی تفریق فراہم کرتا ہے۔اقلیت اپنے تحفظ کے لیے عموماً اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ ہندوستان ایک کثیر المذاہب ملک ہے اور چار مذاہب کی سنگ بنیاد ڈالنے کا اعزاز اس زمین کو حاصل ہے۔ ہندو، جین، بدھ اور سکھ مذہب کی داغ بیل اسی زمین پر پڑی۔ان مذاہب کے علاوہ بھی یہ سرزمین کو ہر خطہ اور مذہب کے لوگوں کو اپنی آماجگاہ بنایا اور اس ملک نے ان کا دونوں ہاتھ اٹھا کر استقبال کیا۔2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں مذہب کے اعتبار سے آبادی کی شرح اس طرح تھی۔ ہندو79.80%، مسلم14.23%، عیسائی2.30%، سکھ1.72%، بودھ 0.70% اور جین0.37% تھے۔

بعینہ اسی طرح اقلیتوں میں سب سے بڑی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔اگر شرح خواندگی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مسلمان سب سے نیچے ہیں:

عیسائیوں کی شرح خواندگی74.3%

بدھ مذہب کے ماننے والوں کی71.8%

سکھ مذہب کے ماننے والوں کی67.5%

اور مسلمانوں کی شرح خواندگی57.3%

یعنی کہ مسلمانوں میں36.4% لوگ ابھی بھی ناخواندہ ہیں۔اگر اعلیٰ تعلیم کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کا فیصد اور بھی کم نظر آئے گا۔سچر کمیٹی نے مسلمانوں کی سماجی، سیاسی اور تعلیمی حالت پر ایک وسیع اور جامع رپورٹ تیار کی اور اس میں مسلمانوں کی پسماندگی کے اسباب کی بھی فہرست سازی کی۔ رپورٹ کے مطابق 14-6 (چھ سے چودہ) سال کے 25 فیصد مسلم بچوں نے یا تو اسکول میں اندراج نہیں کرایا یا پھر اسکولی تعلیم ختم اور مکمل کرنے سے پہلے ہی ترک مدرسہ ہو گئے۔

3.6.1 مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب

(1) غربت وافلاس اور معاشی مسائل

غربت وافلاس انسان کو سماجی طور پر پسماندہ کر دیتی ہے اور سماجی پسماندگی تعلیمی پسماندگی کو جنم دیتی ہے۔تمام تر ترقی کی اساس دراصل معاشیات میں پنہاں ہوتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے وہ زیادہ تر ترقی کی ترجیحات میں زندگی کی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ جب تا زندگی بنیادی ضرورتوں کو پر کرنے میں نکل جاتے ہیں تو تعلیم ان کی ذہنی ترجیحات میں کہیں ہوتی ہی نہیں ہے۔ عام گھروں میں جب بچہ اسکول جانے کی عمر کا ہوتا ہے تو اسے اسکول بھیجا جاتا ہے مگر افلاس زدہ کے گھر میں اس کو کسی کام پر بھیجا جاتا ہے تاکہ گھر کی معاشیات میں اپنی حصہ داری دے سکے۔

(2) روایت پرستی وتنگ نظری

مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا ایک بڑا سبب ان کا روایت پرست اور تنگ نظری ہے۔ دنیا میں ترقی کے مراحل طے کر کے انسان چاند تک پہنچ گیا ہے۔مگر ایک ایسی قوم جس کے مذہبی صحیفہ میں بالکل واضح الفاظ میں یہ لکھا ہے کہ کائنات کا علم حاصل کرنا قوم دین کا جزو ہے۔مگر وہ فرسودہ روایات میں خود کو الجھا کر علم سے دور ہو گئے ہیں اور ہر جدید چیز ایجاد کو مذہب کی ترازو میں تولنے لگتے ہیں۔ دنیا کی ترقی کی رفتار برقی ہے۔مگر یہ لوگ مذہب کے مسائل میں الجھ کر کسی اور طرف دھیان ہی نہیں دے پا رہے ہیں۔ یہ تمام روایت پرستی وتنگ نظری تعلیم سے دور کرتی ہے اور سوچ کو محدود وفرسود کر دیتی ہے۔

(3) والدین کی ناخواندگی

مسلم بچوں کی تعلیم کی راہ میں حائل ہونے والی ایک رکاوٹ ان کے والدین کی ناخواندگی بھی ہے۔خاص طور پر دیہی علاقوں کے والدین تعلیم کے فوائد سے نابلد ہو کر اپنے بچوں کو گھر کے کاموں میں زیادہ مصروف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ جو کام وہ گھر کے بچے سے لیتے ہیں اسی کام کے لیے انہیں باہر سے ایک مزدور مقرر کرنا پڑے گا۔اس طرح وہ بچوں سے کام لے کر دراصل بچت کرتے ہیں۔ یہ بچت دراصل ان کو اپنے بچوں کو ناخواندہ رکھ کر کتنی مہنگی پڑ رہی ہے۔اس بات کا تصور بھی ان کے ذہن میں نہیں ہوتا ہے۔یعنی ناخواندہ والدین ایک اور ناخواندہ نسل تیار کر دیتے ہیں۔

(4) فرقہ وارانہ کشیدگی اور عدم تحفظ

ہندوستان کی آزادی کے ساتھ ملک و مذہب کے نام پر تقسیم ہو گیا۔جن مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنی سرزمین مانا اور مذہب کے نام پر کیے گئے بٹوارہ کی نفی کی وہ ہندوستان میں ہی رک گئے مگر کچھ فرقہ وارانہ طاقتیں ہندوستان کی اس اکثریت میں وحدت کے امتزاج کو ختم کرنے میں لگی ہیں اور کافی حد

تک کامیاب بھی ہوجاتی ہیں۔فرقہ وارانہ فسادا سی کا نتیجہ ہے۔اب مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا سوال اپنی تحفظ اور بقا کا بن گیا ہے۔اور تعلیم خاص طور پر سرکاری اسکولوں میں ان کے لیے ایک غلط ترجیح کی شکل اختیار کرگئی ہے۔ان کے نزدیک اسکولوں کی تعلیم ان کو مذہب وثقافت سے دور کردے گی اور وہ بھی ختم ہوجائیں گے۔

(5) پیشہ

مسلمانوں کی اکثریت زراعت یا صنعت گرانی میں شامل ہے۔اکثر دیکھا جائے تو چھوٹی چھوٹی صنعتوں میں خواہ وہ علی گڑھ کا تالہ ہو یا مرادآبادی ظروف، قالین کا کام ہو یا کپڑے کی بنائی ورنگائی سب میں چھوٹے صنعت گر مسلمان ہی ہیں۔اور یہ صنعتیں ان نسل سے دوسرے نسل میں منتقل ہورہی ہیں۔ بچہ گھر میں رہ کر بنا کسی رسمی تربیت کے یہ حرفت سیکھ لیتا ہے اور بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی اس کام کو پیشہ کے طور پر اپنا لیتا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس حرفت میں کسی بھی طرح تعلیم معاون نہیں ہوتی ہے۔اس لیے وہ تعلیم کی طرف راغب ہی نہیں ہو پاتے ہیں کیونکہ انہیں یہ احساس رہتا ہے کہ ہمیں خاندانی پیشہ کو ہی اپنانا ہے۔

(6) اقلیت زدہ فکر

مسلمانوں میں نفسیاتی طور پر اقلیت ہونے کا احساس بہت قوی رہتا ہے اور سیاسی طور پر یہ احساس دن بہ دن پختہ ہوتا جارہا ہے۔اس لیے وہ خود کو نفسیاتی طور پر غیر محفوظ سمجھتے ہیں اور خود دوئم درجہ کا شہری تصور کرتے ہیں۔اور ان میں ایک احساس کمتری رہتا ہے۔اسی احساس کمتری کے باعث وہ مرکزی دھارے والے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے نہیں آپاتے ہیں۔بلکہ وہ خود اپنی مذہبی خول میں بند کرلیتے ہیں اور نفسیاتی طور پر خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

(7) مخفی نصاب

بطور اقلیت ایک قسم کی سوچ وفکر فطری عمل ہے۔اور مسلمان بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔اسکولوں میں موجود نصاب ان کی اس سوچ کو تقویت بخشتا ہے۔ملک میں ماضی میں ہوئے بہت سارے واقعات کا ذمہ دار وہ خود کو ماننے لگتے ہیں اور یہ چیز ان کی احساس کمتری کو اور بڑھا دیتی ہے۔اس سلسلے میں سب سے آسان طریقہ اسکول نہیں جانے کا لگتا ہے۔

(8) تفریق

تاریخ میں کچھ ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جنہوں نے مختلف فرقوں کے درمیان سماجی دوریاں اور تفریق بڑھا دی ہے۔اس کا انعکاس کئی بار اساتذہ اور اسکول کے اسٹاف میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔اور یہ کچھ ایسے عوامل ہیں جو بچے کو تعلیم سے دور کردیتے ہیں۔ایک طالب علم نے ۲۹ ستمبر کو کانپور میں اس لیے خودکشی کرلی کیونکہ اسکول میں اس کو دہشت گرد کہا گیا تھا۔یہ تمام واقعات اس اقلیت کو اسکولی تعلیم سے دور کردیتے ہیں۔

(9) علماء اور مذہبی رہنماؤں کا تعلیم کے تئیں منفی رویہ

اسلام کے نشر واشاعت کے چھ سو (600) برس تک ہر قسم کی تعلیم میں مسلمانوں کی نمائندگی بہت ہی نمایاں رہی۔یہ وہ دور تھا جب اسلام کا پرچم ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے کئی ممالک میں لہرارہا تھا۔یورپ میں چھاپہ خانہ کی ایجاد کے ساتھ ہی تعلیم میں تیزی سے ترقی واشاعت ہوئی۔مگر اسلام کے مذہبی رہنما مذہبی مخمصے میں الجھ کر رہ گئے۔اور تعلیم کو دو دھاروں میں منقسم کردیا۔ایک مذہبی تعلیم اور دوسرا دنیاوی تعلیم۔اور دھیرے دھیرے دنیاوی تعلیم کو نفرت و حقارت کے ساتھ غیر اسلامی تصور کیا جانے لگا۔لڑکیوں کی تعلیم پر پابندی عائد کردی گئی۔عورت کے غیر تعلیم یافتہ اور ناخواندہ ہونے سے پوری کی پوری نسل ہی ناخواندہ ہوگئی۔ابھی بھی علماء اور مذہبی رہنما تعلیم کے لیے مناسب کوششیں نہیں کررہے ہیں جس سے پوری قوم متاثر ہورہی ہے۔

مندرجہ بالا اسباب کے علاوہ بھی کچھ ایسے اسباب ہیں جو قابل ذکر اور قابل توجہ ہیں۔جیسے مناسب قائد کا فقدان، قدامت پسند رویہ، تعلیم یافتہ لوگوں کو مناسب روزگار کا نہ ملنا، سیکولر اور دنیاوی تعلیم کے تئیں رغبت کی کمی، جدید خیالات اور نظریات سے پرہیز کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

3.6.2 تعلیم میں شمولیت کے لیے حکمت ہائے عملی

(1) تعلیم کے تئیں مثبت رویہ پیدا کرنے کی کوشش

مسلمانوں کی تعلیم کی راہ میں حائل ہونے والی سب سے بڑی رکاوٹ ان کا تعلیم کے تئیں مثبت رویہ کا نہ ہونا ہے۔ مسلمانوں نے یہ بات ذہن نشیں کر لی ہے کہ انہیں نوکری نہیں ملے گی۔ اس سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یعنی تعلیم کو صرف ایک سرکاری نوکری پانے کا محض ایک ذریعہ سمجھنے کا خیال ذہنوں سے نکالنا ہوگا۔ اس کو علماء، مذہبی رہنما، سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کو مل کر ہی کرنا ہوگا۔

(2) مدارس کے نصاب کو وسعت بخشنا

حکومت ہند نے چند مدارس میں (SPQEM) اسکیم کے ذریعہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کو بھی نصاب میں شامل کرانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ زیادہ تر مدارس اور مکاتب میں تعلیم کا مطلب صرف ناظرہ قرآن کی تعلیم دینا اور چند مذہبی ارکین سکھا دینا ہی ہے۔ جو چند بڑے مدارس میں عالمیت اور فضیلت کی ڈگری دیتے ہیں۔ ان کی پوری مرکوزیت مذہبی تعلیم کی طرف ہی ہوتی ہے۔ وہ اپنے نصاب میں جدید سائنسی علوم اور انگریزی جیسے مضامین کی شمولیت سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس کے لیے علماء، مذہبی رہنما اور معززین کا ایک وفد تیار کیا جائے جو کہ مدارس کو اپنے نصاب میں وسعت دینے کے لیے تیار کریں۔ اور علوم کے درمیان تفریقات کو ختم کر کے علم کو صرف علم کی حیثیت سے پڑھائیں۔

(3) تعلیم نسواں پر زور

گھر، خاندان اور نسلوں کو اگر تعلیم یافتہ کرنا ہے تو پہلے عورتوں کو تعلیم دینی ہوگی۔ مسلمانوں میں عورتوں کی تعلیم کی شرح بقیہ تمام اقلیتوں سے کافی کم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک عورتوں کا امور خانہ داری میں ماہر ہونا کافی ہے۔ تعلیم ان کا میدان فکر نہیں ہے۔ عورتوں کی تعلیم سے دوری اگلی نسل میں بھی نہ تو تعلیمی فکر و سوچ پیدا کر پاتی ہے اور نہ ہی تعلیمی میدان میں کوئی رہنمائی و مشاورت کر پاتی ہے۔ اس لیے اگر اس قوم کو تعلیم یافتہ کرنا ہے تو پہلے ان کی عورتوں کو تعلیم یافتہ کرنا ہوگا۔ اس کے تحت لڑکیوں کے لیے تعلیم کی بہتر سہولیات، الگ اسکول کا انتظام، تعلیم میں رغبت اور تحریک بخشنے والی تدابیر شامل کرنی ہوں گی اور اس کے لیے سماج کے معزز ممبران، رہنما، سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں کو مل کر کام کرنا ہوگا۔

(4) اقلیت کی تعلیمی اسکیموں کا مناسب نفاذ

حکومت ہند نے اقلیتوں کی تعلیم کے لیے متفرق اسکیمیں چلائی ہیں مگر ان کا تعلیم یافتہ لوگوں کو ہی علم نہیں ہے۔ اسی لیے ان کا فائدہ ضرورت مندوں تک نہیں پہنچ پاتا ہے۔ ان اسکیموں کے بارے میں حکومت ہند کو تشہیر کرنا بہت ضروری ہے۔ جس طرح سیاسی مسائل کو تشہیر بخشی جاتی ہے اور وہ بچے کی زبان پر آجاتے۔ اسی طرح ان اسکیموں کو بھی تشہیر دی جائے اور کس طرح سے ان سے استفادہ حاصل کیا جا سکتا ہے بتایا جائے تاکہ مسلمان تعلیمی پسماندگی سے اوپر آسکیں۔

(5) تعلیم کی تشہیر و اشاعت میں علماء اور مذہبی رہنماؤں کی شمولیت

مسلمانوں میں اقلیت زدہ فکر اور عدم تحفظ کا احساس بہت قوی ہے۔ ایسے میں وہ کسی بھی نئی اسکیم، نئے علوم و ترقی سے ہمدامن ہونے میں عدم اعتماد کے احساس سے مغلوب رہتے ہیں۔ ایسے میں کسی ایسے شخص کا کھڑا ہونا ضروری ہے۔ جس پر وہ بھروسہ کر سکیں اور اس کے لیے علماء اور مذہبی رہنما بہتر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

(6) تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع بڑھانا

اقلیتی طبقہ اور خاص طور سے مسلمانوں میں یہ احساس قوی رہتا ہے کہ ان کو نوکری نہیں ملے گی۔ اس لیے بچپن سے کسی حرفت و فن کو سیکھنے میں زیادہ

رغبت دکھاتے ہیں۔حکومت ہند حالانکہ روزگار کے مواقع مسلسل بڑھا رہی ہے مگر ہندوستان میں پھر بھی بے روزگاری کی شرح کافی زیادہ ہے اور اس میں بھی تعلیم یافتہ بے روزگار بھی ہیں۔ جو کہ تعلیم کے لیے ایک حوصلہ پست عنصر کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔اس کے لیے حکومت ہند کو روزگار کے بہتر مواقع پیدا کر کے اقلیت میں اعتماد بحال کرنا ہوگا۔

مندرجہ بالا حکمت ہائے عملی کے علاوہ کچھ ایسے نکات ہیں جن پر غور کر کے اس کو بھی حکمت عملی کی شکل دینی پڑے گی۔مثال کے طور پر مسلمانوں کی عصری علوم کی طرف توجہ مبذول کرانا، سائنس وٹکنالوجی سے لگاؤ پیدا کرنا، تعلیمی افادیت سے روشناس کرنا، زمانے سے ہم آہنگ کرانا، اچھے قائد بنانا، احساس کمتری سے اُبارنا وغیرہ شامل ہیں۔

3.7 یاد رکھنے کے نکات

2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان میں خواندگی کی شرح 74.04% ہے، جس میں عورتوں کی خواندگی کی شرح 65.46% ہے جبکہ مردوں کی خواندگی کی شرح 80% فیصد زیادہ ہے۔ وزارت انسانی ترقی اور بہبود نے 14-2013ء کے سروے کے مطابق بتایا کہ 33% لڑکیاں ابتدائی تعلیم مکمل کرنے سے قبل ہی اسکول چھوڑ دیتی ہیں

درجِ فہرست ذاتوں کے طلبہ سماجی ومعاشی اور تہذیبی اسباب کی بنا پر تعلیم سے محروم ہو گئے ہیں۔ ذات پر مبنی تفریق ہندوستان میں ہی پیدا اور نشو ونما پائی۔ یہ مغربی ممالک میں موجود تقریباً نسلی تفریق کی طرح ہی ہے۔ جو کہ پیدائش کے ساتھ ہی طے ہو جاتی ہے۔ ہندو سماج چار ورن (Varna) میں منقسم ہے۔ جو کہ برہمن، شتریہ، ویشیہ اور شودر ہیں۔شودر سماجی سلسلہ مراتب میں سب سے نیچے ہے اور بقیہ تینوں ذاتوں کی خدمت کرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ یعنی اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ محروم و پسماندہ طبقہ ہے۔ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ان کی آبادی ہندوستان میں 16.2% ہے جبکہ ان کی خواندگی کی شرح 66% ہے۔

درج فہرست قبائل اصطلاحات دستورِ ہند میں سب سے پہلے استعمال ہوا۔ دفعہ (25)366 میں درج فہرست قبائل کی تعریف لکھتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس میں وہ قبیلے شامل ہیں جو کہ دفعہ 342 میں مذکور ہیں ان کی شمولیت کی بنیاد پر ان میں موجود قدیمی طرز زندگی کے وصف، جغرافیائی طور پر الگ تھلگ رہائش، ممتاز و منفرد ثقافت، دوسرے لوگوں اور سماج کے دوسرے طبقتوں سے گھلنے ملنے میں تجنل، معاشی طور پر پسماندہ نمایاں ہوتے ہیں۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق درجِ فہرست قبائل کی آبادی کی شرح 8.6 فیصد ہے جس میں تقریباً 90 فیصد دیہی علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔ صرف 10 فیصد ہی شہروں میں مقیم ہیں۔ان کی خواندگی کی شرح 59% ہے۔

اقلیت سے مراد کسی سماج کا وہ گروہ ہے جو عددی اعتبار سے دوسرے گروہ یا گروہوں سے کم ہو اور سماج میں اثر ونفود کے اعتبار سے بھی اس کا موقف کمزور ہو۔

3.8 اکائی کے اختتام کی سرگرمیاں۔

طویل جوابی سوالات

(1) عورتوں کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب تحریر کریں؟

(2) درجِ فہرست قبائل کون ہے، ان کی تعلیمی، پسماندگی کی کیا وجوہات ہیں؟

(3) درجِ فہرست ذات تعلیم میں آگے کیوں نہیں بڑھ پاتے ہیں؟

(4) اقلیت سے کیا مراد ہے؟ ان کی تعلیمی پسماندگی کو دور کرنے کی تدابیر بتائیں؟

(5) سماج کے محروم طبقات کی تعلیمی پسماندگی کے اسباب آپ کے نزدیک کون سے ہیں؟

(6) پسماندہ اور محروم طبقات کے تعلیمی پسماندگی کی حکمت ہائے عملی لکھیں؟

مختصر جوابی سوالات

(1) قبائلیوں کی تعلیم کے سلسلہ کے کوئی دو مسائل بیان کریں؟

(2) قبائلی بچوں کے اسکول میں داخلے اور تعلیمی تسلسل کے لیے کوئی دو اقدامات تحریر کریں؟

(3) اپنے علاقے میں درج فہرست ذاتوں کے بچوں میں تعلیمی پسماندگی کی تین وجوہات لکھیں؟

(4) مسلم بطور اقلیت کن وجوہات سے تعلیمی طور پر پسماندہ ہیں؟

(5) لڑکیوں کو تعلیمی دھارے میں شامل کرنے کی دو تدابیر لکھیں؟

مختصر ترین سوالات

(1) درجِ فہرست قبائل کون ہیں؟

(2) درجِ فہرست ذات سے کیا مراد ہے؟

(3) درجِ فہرست ذات کی شرح خواندگی کیا ہے؟

(4) درجِ فہرست قبائل کی آبادی کا تناسب لکھیں؟

(5) عورتوں کی شرح خواندگی 2011ء مردم شماری کے حساب سے کتنی ہے؟

3.9 سفارش کردہ کتابیں

Sachar Committee Report. (2006), Social Economic And Educational Status Of Muslim Community In India, Cabinet Secretariat, Government Of India, New Delhi [2].

Anand, M. (2005). Dalit Women: Fear and Discrimination. NewDelhi: Isha Books.

Ansari, Ashfaq. Husain. (2007). Basic Problems of OBC and Dalit Moslims. New Delhi: Serials Publications.

Arun, C.J. (2007). Constructing Dalit Identity. New Delhi: Rawat Publications.

Bakshi, S. R. and Bala, K.(2000). Social and Economic Development of Scheduled Tribes. New Delhi: ISBN Publications.

Bakshi, S.R.(2006) .Social Empowerment of Harijans. Delhi: Vista International Publications.

Baradwaj, A. N. (1985). Problems of Scheduled Castes and Scheduled Tribes in India. New Delhi: Light and Life Publications.

Beteille, A.(1992). The Backward Classes in Contemporary India. Delhi: Oxford University Press.

Bharadwaj, A.(2002).Welfare of Scheduled Castes in India : Gandhi's Social Approach; Ambedkar's

Political Approach; Constitutional Safeguards and Schemes for Welfare of Scheduled castes. New Delhi: Deep & Deep Publications.

Bhatt, U. (2005). Dalits: From Marginalization to Mainstream. New Delhi: Vista International

Zelliot, E. (1992). From Untouchables to Dalit. New Delhi: Manohar Publications.

Grey, M. (2004). The Unheard Scream: The Struggles of Dalit Women in India. New Delhi: Centre for Dalit- Subaltern Studies.

Waheed A. (Ed.), Minority Education in India: Issues of Access, Equity and Inclusion New Delhi, India: Serial Publications. [14]

UshaNayar "An Analytical Study of Education of Muslim Women and Girls in India" (Ministry of Women and Child Development) New Delhi 2007.

Model Question Paper / نمونہ امتحانی سوالات

بی۔ایڈ (B.Ed)
پرچہ : شمولیتی تعلیم
Inclusive Education
جملہ نشانات : 35 Maximum. Marks — Time : وقت : 2 Hrs گھنٹے

ہدایات:

یہ پرچہ سوالات تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ ہر جواب کے لیے لفظوں کی تعداد اشارۃ ہے۔تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول میں 05 لازمی سوالات ہیں جو کہ معروضی سوالات/ خالی جگہ پُر کرنا/مختصر جواب والے سوالات ہیں۔ ہر سوال کا جواب لازمی ہے۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (5 x 1 = 5 Marks)
2. حصہ دوم میں 8 سوالات ہیں، اس میں سے طالب علم کو کوئی پانچ سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کا جواب تقریباً دوسو (200) لفظوں پر مشتمل ہے۔ ہر سوال کے لیے 4 نمبرات مختصر ہیں۔ 5 x 4 = 20 Marks)
3. حصہ سوم میں 2 سوالات ہیں۔اس میں سے طالب علم کو کوئی ایک سوال کا جواب دینا ہے۔سوال کا جواب تقریباً پانچ سو (500) لفظوں پر مشتمل ہے ۔سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (1 x 10 = 10 Marks)

حصہ اول

سوال : 1

(i) سمعی کمزوری کی پیمائش ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کی اکائی پر کی جاتی ہے۔

(ii) محدود کارکردگی کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہا جاتا ہے۔

(iii) I.Q بچے کی ذہنی عمر اور حقیقی عمر کا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(iv) درج فہرست قبائل کے لئے تعلیمی اداروں میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فیصدی ریزرویشن دی جاتی ہے۔

(v) مکمل غیر کارکردگی کو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کہتے ہیں۔

حصہ دوم

-2 خصوصی تعلیم کی اہمیت بیان کیجئے؟

-3 معذوری (Handicap) سے کیا مراد ہے؟ عدم اہلیت (Disability) اور معذوری کے درمیان کے فرق کو واضح کیجئے۔

-4 شمولیاتی تعلیم کی تعریف بیان کرتے ہوئے اس کی ضرورت پر روشنی ڈالیے۔

-5 بصری معذور بچوں کی تعلیم کس طرح ہونی چاہیے۔ بحث کیجئے۔

-6 قوت سماعت سے محروم بچوں کی سمعی کمزوری کی وجوہات بیان کیجیے۔

-7 ذہنی معذور بچے کسے کہتے ہیں؟ ان بچوں کی خصوصیات بیان کیجیے۔

-8 خواتین کی تعلیمی پسماندگی کے وجوہات پر روشنی ڈالیے۔

-9 مسلم اقلیتوں کو تعلیمی میدان میں آگے لانے کے لئے لائحہ عمل تجویز کیجئے۔

حصہ سوم

-10 درج فہرست ذاتوں کی تعلیم کو فروغ دینے میں کون کون سے اقدامات اور لائحہ عمل ضروری ہیں تفصیل سے بیان کیجئے۔

-11 ذیل پر نوٹ لکھیں۔

(i) مسلم خواتین کی تعلیم

(ii) انضمامی تعلیم

(iii) خصوصی تعلیم